Spot CMYK#Waheed

ماہنامہ

التبلیغ

راولپنڈی

بشرفِ دعا
حضرت نواب محمد عشرت علی خان قیصر صاحب رحمہ اللہ
وحضرت مولانا ڈاکٹر تنویر احمد خان صاحب رحمہ اللہ

مدیر
مفتی محمد رضوان

ناظم
مولانا عبدالسلام

مجلسِ مشاورت
مفتی محمد یونس مفتی محمد امجد حکیم محمد فیضان غفار الحق

فی شمارہ.............. 25 روپے
سالانہ.............. 300 روپے

پبلشرز
محمد رضوان
سرحد پرنٹنگ پریس، راولپنڈی

خط وکتابت کا پتہ
ماہنامہ التبلیغ پوسٹ بکس 959
راولپنڈی پوسٹ کوڈ 46000 پاکستان

قانونی مشیر
الحاج غلام علی فاروق
(ایڈووکیٹ ہائی کورٹ)

مستقل رکنیت کے لئے اپنے مکمل ڈاک کے پتہ کے ساتھ سالانہ فیس صرف 300 روپے ارسال فرما کر گھر بیٹھے ہر ماہ ماہنامہ "التبلیغ" حاصل کیجئے

ڈاک کا پتہ تبدیل ہوجانے یا ماہنامہ موصول نہ ہونے کی صورت میں رکنیت نمبر کا حوالہ دے کر فوری اطلاع کریں

اس دائرہ میں سرخ نشان آپ کی رکنیت ختم ہونے کی علامت ہے، آئندہ شمارہ رکنیت فیس موصول ہونے پر ارسال کیا جاسکے گا

برائے رابطہ...... ادارہ غفران ٹرسٹ چاہ سلطان گلی نمبر 17
عقب پٹرول پمپ و چمڑا گودام راولپنڈی صوبہ پنجاب پاکستان

فون: 051-5507530-5507270 فیکس: 051-5780728

www.idaraghufran.org
Email: idaraghufran@yahoo.com

ترتیب وتحریر

صفحہ

اداریہ ....رمضان شریف کی آمد اور مہنگائی..........مفتی محمد رضوان ۳

درسِ قرآن (سورہ بقرہ قسط ۴۷، آیت نمبر ۶۲)... ذلّت سے نکلنے اور عزت میں داخل ہونے کا طریقہ..... // // ۴

درسِ حدیث ....روزے کے ذریعے ایصالِ ثواب..... // // ۷

مقالات ومضامین: تزکیۂ نفس، اصلاحِ معاشرہ واصلاحِ معاملہ

راولپنڈی شہر سے..........مفتی محمد رضوان ۱۴

ماہِ شعبان: چوتھی نصف صدی کے اجمالی حالات وواقعات..........مولوی طارق محمود ۱۶

ماہِ رمضان مختصر فضائل ومسائل کی روشنی میں..........مفتی محمد رضوان ۱۹

صدر پرویز مشرف صاحب کا راہِ فرار.......... // // ۳۰

پورا کنواں ناپاک ہونے پر پاکی کے طریقے (پاکی ناپاکی کے مسائل: سترھویں وآخری قسط)... مفتی محمد امجد حسین ۳۳

بیع صرف یعنی سونا چاندی وزیورات کے احکام (معیشت اور تقسیمِ دولت کا فطری اسلامی نظام: بائیسویں وآخری قسط)..... // // ۳۶

گھر میں داخل ہونے کے آداب.......... // // ۴۰

اولیاء اللہ کی صحبت اور اصلاحِ معاشرت کی ضرورت (دوسری وآخری قسط)......اصلاحی مجلس: حضرت نواب محمد عشرت علی خان صاحب ۴۶

تحریر وکتابت کی ضرورت واہمیت (بسلسلہ: اصلاحُ العلماء والمدارس)..........مفتی محمد رضوان ۵۳

علم کے مینار..........سرگذشت عہدِ گُل (قسط ۱۱)..........مولانا محمد امجد حسین ۵۵

تذکرۂ اولیاء:.... حضرت خواجہ نظام الدین سلطان الاولیاء رحمہ اللہ (قسط ۱)......امتیاز احمد ۵۸

پیارے بچو! .... ضدی اور اچھے بچے..........حافظ محمد ناصر ۶۰

بزمِ خواتین ..... خواتین کے لباس کے شرعی احکام (پانچویں وآخری قسط)..... مفتی ابوشعیب ۶۲

آپ کے دینی مسائل کا حل.... صبح صادق اور انتہائے سحر وابتدائے فجر کی حقیقت......ادارہ ۶۷

کیا آپ جانتے ہیں؟.......... سوالات وجوابات..........ترتیب: مفتی محمد یونس ۸۴

عبرت کدہ .... حضرت اسماعیل علیہ السلام (قسط ۸)..........ابوجویریہ ۸۹

طب وصحت.......... پاخانہ کی طبی تشخیص..........حکیم کلیم اختر مرزا ۹۳

اخبارِ ادارہ .... ادارہ کے شب وروز..........مولانا محمد امجد حسین ۹۵

اخبارِ عالم .... قومی وبین الاقوامی چیدہ چیدہ خبریں..........ابرار حسین ستی ۹۷

Is There Any Picture On The Moon?.......... // // ۹۹

اداریہ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم مفتی محمد رضوان

رمضان شریف کی آمد اور مہنگائی

ہمارے یہاں ہر سال رمضان المبارک کی آمد سے پہلے ہی مہنگائی کا دور دورہ شروع ہوجاتا ہے، خاص طور پر اشیائے خورد ونوش کی قیمتوں میں غیر معمولی اضافہ کردیا جاتا ہے، جبکہ یہ بات سب کو معلوم ہے کہ رمضان المبارک میں اشیائے خورونوش کا استعمال سحری وافطاری کی شکل میں روزے کی عبادت کو انجام دینے کے لئے ہوتا ہے۔

ایمانی جذبے کا تقاضا یہ تھا کہ اس موقع پر عبادت میں تعاون کی نیت سے اشیائے خوردونوش کی قیمتوں میں کمی کی جاتی، اور قیمتوں میں غیر معمولی اضافہ کرکے روزے کی عبادت میں مشکلات کا سبب نہ بنا جاتا۔

مگر ہمارے یہاں ایمانی جذبے کے بجائے نفسانی وشیطانی جذبے کے تحت عمل کیا جاتا ہے، اور جب بھی کسی اجتماعی عبادت کا موقع آتا ہے، اس مرحلہ پر عبادت میں استعمال ہونے والی اشیاء کی قیمتوں میں غیر معمولی اضافہ کردیا جاتا ہے۔

چنانچہ عیدالاضحیٰ کے موقع پر قربانی کے جانوروں کی قیمتوں میں دوسرے دنوں کے مقابلہ میں غیر معمولی اضافہ سامنے آتا ہے، اسی طرح عیدالفطر کے موقع پر عید کی خوشی اور زیب وزینت میں استعمال ہونے والی اشیاء کی قیمتوں میں اضافہ دیکھنے میں آتا ہے، جبکہ دنیا میں پائے جانے والے دوسرے مذاہب سے تعلق رکھنے والے لوگوں کے یہاں معاملہ اس کے برعکس ہے۔

چنانچہ ہمارے قریبی ملک ہندوستان میں ہندوؤں کے مذہبی تہوار ہولی اور دیوالی کے موقع پر مختلف اشیاء کے نرخوں میں غیر معمولی کمی کردی جاتی ہے، اسی طرح عیسائیوں کے مشہور مذہبی تہوار کرسمس کے موقع پر تقریباً ہر چیز کی قیمت میں غیر معمولی کمی کی جاتی ہے، اور یہ کمی اپنے مذہبی جذبے کے تحت کی جاتی ہے۔

ان حالات میں اسلامی غیرت کا تقاضا یہ تھا کہ غیروں سے ہی سبق حاصل کرکے اپنی روِش کو درست کیا جاتا، مگر نہ ایمانی جذبہ کا صحیح استعمال کیا جاتا ہے، اور نہ ہی اسلامی غیرت کا۔

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں اس غلط روِش سے بچنے اور ایمانی جذبے اور اسلامی غیرت کے تحت عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائیں۔ آمین۔ محمد رضوان۔۲۱/ شعبان ۱۴۲۹ھ، 23 اگست 2008ء

Idara Ghufran

درسِ قرآن (سورہ بقرہ قسط۴۷، آیت نمبر۶۲)　مفتی محمد رضوان

ذلّت سے نکلنے اور عزت میں داخل ہونے کا طریقہ

اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَالَّذِیْنَ ھَادُوْا وَالنَّصٰرٰی وَالصّٰبِئِیْنَ مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰہِ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ وَعَمِلَ صَالِحًا فَلَھُمْ اَجْرُھُمْ عِنْدَرَبِّھِمْ. وَلَا خَوْفٌ عَلَیْھِمْ وَلَاھُمْ یَحْزَنُوْنَ(۶۲)

ترجمہ: بے شک جو لوگ ایمان لائے، اور جو یہودی ہیں، اور نصرانی ہیں، اور صابئین ہیں، ان سب میں جو شخص یقین رکھتا ہو اللہ تعالیٰ (کی ذات وصفات) پر اور آخرت کے دن (یعنی قیامت) پر، اور نیک عمل کرے، تو ان سب کے لئے ان کا ثواب ہے ان کے رب کے پاس، اور ان پر نہ کوئی خوف ہے اور نہ وہ غمگین ہونگے (۶۲)

تفسیر وتشریح

اس آیت کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے دربار میں کسی کی تخصیص نہیں، جو شخص بھی اعتقاد اور اعمال میں اللہ تعالیٰ کی پوری اطاعت اختیار کرے گا، خواہ وہ پہلے سے کیسا ہی ہو، وہ اللہ تعالیٰ کے یہاں مقبول ہوگا، اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس کی اطاعت کا بھرپور اجروثواب دیا جائے گا۔

خلاصہ یہ ہے کہ جو بھی قرآن پر ایمان لے آئے گا، اور رسول اللہ ﷺ کی رسالت کو قبول کرلے گا، تو اس کے اس ایمان کو قبول کیا جائے گا، اور اس سے پہلے کی حالت پر اس سے مؤاخذہ نہیں کیا جائے گا۔

اس قاعدہ کو بیان کرتے وقت بظاہر تو مسلمانوں کے ذکر کی ضرورت نہیں تھی، کیونکہ وہ تو پہلے ہی سے مسلمان ہیں، لیکن ایک خاص وجہ سے مسلمانوں کا ذکر کیا گیا، تا کہ اللہ تعالیٰ کے قانون کا اپنے موافق اور مخالف سب کے لئے برابر ہونا ثابت ہوجائے، اس کی ایسی مثال ہے جیسا کہ:

> کوئی حاکم یا بادشاہ کسی موقع پر کہے کہ ہمارا قانون عام ہے کوئی موافق ہو یا مخالف، جو شخص بھی اطاعت کرے گا اس پر عنایت کی جائے گی۔

ظاہر ہے کہ موافق تو اطاعت کرہی رہا ہے، سنانا تو اصل مخالف کو ہے، لیکن اس میں یہ نکتہ ہوتا ہے کہ ہماری جو عنایت موافقین پر ہے، وہ ان کی ذاتی خصوصیت نہیں ہے بلکہ ان کی موافقت کی وجہ سے ہے، لہٰذا اگر مخالف بھی ہماری موافقت اختیار کرلے، تو وہ بھی اس موافق کے برابر ہوجائے گا۔

اس لئے مخالف کے ساتھ موافق کو بھی ذکر کردیا جاتا ہے۔

اسی طرح اللہ تعالیٰ نے کافروں کے ساتھ مومنوں کا بھی ذکر فرمایا ہے (معارفُ القرآن عثمانی بتغیر ج ۱ ص ۲۳۹)

اس آیت کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ صرف اللہ تعالیٰ اور آخرت پر ایمان لانا نجات کے لئے کافی ہے، اور انبیاء اور فرشتوں وغیرہ پر ایمان لانا ضروری نہیں، قرآن مجید کی سینکڑوں آیتیں اس بات کی وضاحت کرتی ہیں کہ جو شخص نبیوں اور فرشتوں کا انکار کرے وہ بھی قطعاً کافر ہے، اور اسی وجہ سے دینِ اسلام کے علاوہ کوئی اور دین اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں قبول نہیں، جیسا کہ ارشاد ہے:

وَمَنْ يَّبْتَغِ غَيْرَ الْاِسْلَامِ دِيْنًا فَلَنْ يُّقْبَلَ مِنْهُ. وَهُوَ فِي الْاٰخِرَةِ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ (آلِ عمران ۸۵)

ترجمہ: جو شخص اسلام کے سوا کوئی اور دین طلب کرے تو وہ دوسرا دین اس سے ہرگز قبول نہ کیا جائے گا، اور وہ شخص آخرت میں خسارہ اٹھانے والوں میں سے ہوگا (یعنی اس کی نجات نہ ہوگی)

بلکہ اس آیت کا صحیح مطلب یہ ہے کہ ایمان کے سلسلہ میں جن جن چیزوں پر ایمان لانا ضروری ہے، اول سے آخر تک ان سب پر ایمان لائے، اور ایمان کے سلسلہ میں کیونکہ ابتداء اللہ تعالیٰ سے ہوتی ہے اور انتہاء آخرت پر ہوتی ہے، اس لئے اللہ تعالیٰ اور آخرت پر ایمان لانے کو خصوصیت کے ساتھ بیان کر دیا گیا، جیسا کہ قرآن مجید میں ایک مقام پر اللہ تعالیٰ نے اپنے بارے میں ارشاد فرمایا کہ:

رَبُّ الْمَشَارِقِ وَالْمَغَارِبِ — کہ وہ مشرقوں اور مغربوں کا رب ہے

اس میں بھی ابتداء اور انتہاء کو ذکر کر کے تمام سلسلہ مراد ہے، اور اس کا بھی یہ مطلب نہیں کہ مشرقوں اور مغربوں کے علاوہ کا رب نہیں۔

اس کے علاوہ اللہ تعالیٰ اور آخرت پر ایمان لانا اس وقت تک ممکن ہی نہیں کہ جب تک نبیوں اور فرشتوں وغیرہ پر ایمان نہ لائے، اس لئے کہ اللہ تعالیٰ کی ذات اور صفات اور آخرت کے احوال کی حقیقت ومعرفت کا ذریعہ انبیاء علیہم السلام ہی ہیں، اور نبیوں پر وحی کی آمد کا سلسلہ فرشتوں کے واسطے سے ہی ہوتا ہے، تو اللہ تعالیٰ اور آخرت کے دن پر ایمان لانا نبیوں اور فرشتوں اور آسمانی کتابوں وصحیفوں پر ایمان لانے کے اوپر موقوف ہوا، اس لئے ان چیزوں کو علیحدہ سے بیان نہیں کیا گیا (معارف القرآن ادریسی بتغیر ج ۱ ص ۱۹۴، ۱۹۵)

اس تفصیل سے وہ شبہ دور ہوگیا جو آج کل بعض مستشرقین کی طرف سے پیش کیا جاتا ہے کہ اگر کوئی یہودی، عیسائی یا اور کسی مذہب سے تعلق رکھنے والا اللہ تعالیٰ پر اور آخرت پر ایمان لے آئے، تو وہ بھی مسلمانوں کی

طرح جنتی ہے، اور اللہ تعالیٰ اور آخرت پر ان کا بھی ایمان ہے، لہٰذا وہ بھی مسلمانوں کی طرح جنتی ہیں۔
جواب واضح ہے کہ اللہ تعالیٰ اور آخرت پر ایمان لانے میں قرآن مجید سمیت تمام آسمانی کتابوں پر اور حضور ﷺ کی رسالت سمیت تمام نبیوں کی نبوت پر ایمان لانا بھی داخل ہے، اور ان چیزوں پر اسلام کے علاوہ دوسرے مذاہب سے تعلق رکھنے والوں کا ایمان نہیں، لہٰذا جب تک وہ مسلمان نہ ہوں جنت کے مستحق نہیں۔
اور بعض مفسرین نے فرمایا کہ اس آیت میں ایمان والوں سے مراد وہ لوگ ہیں جو ظاہر میں رسول اللہ ﷺ پر زبانی طور پر ایمان لائے، خواہ ایمان دل میں ہو یا نہ ہو۔
اس تفسیر کے مطابق ایمان والوں میں منافقین بھی داخل ہونگے، اور بعد میں ان سب لوگوں کو فرمایا گیا کہ جو بھی ان میں سے حقیقی معنیٰ میں دل کے ساتھ ایمان لایا، اس کا اجر وثواب اللہ تعالیٰ کے پاس ہے، اور وہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک مقبول ہے، اور یہود و عیسائیوں کی طرح اس کی سابقہ نفاق والی حالت پر مؤاخذہ نہ ہوگا۔
اس تفسیر کے مطابق وہ شبہ پیش ہی نہیں آتا جس کا پہلے ذکر کیا گیا (حاشیہ معارف القرآن ادریسی بتغیر ج اص ۱۹۴،۱۹۵)
صابئین ایک فرقہ ہے، جس کے بارے میں مختلف اقوال پائے جاتے ہیں۔
(۱)......بعض حضرات نے فرمایا کہ صابئین وہ فرقہ ہے جو کسی آسمانی دین اور شریعت اور نبوت ورسالت کا سرے سے قائل نہیں، اور اس کا کہنا یہ ہے کہ نبیوں کی کوئی ضرورت نہیں، بندے کو جو فیض بھی اللہ تعالیٰ کی طرف سے حاصل ہوتا ہے، وہ روحانیت کے راستے سے حاصل ہوتا ہے **(۲)**......بعض حضرات نے فرمایا کہ صابئین وہ فرقہ ہے جس کا دین یہودیت اور مجوسیت (یعنی آتش پرست) سے مل کر بنا ہے **(۳)**......بعض حضرات نے فرمایا کہ صابئین وہ فرقہ ہے جو فرشتوں کی عبادت کرتا ہے، اور سورج کی طرف منہ کرکے نمازیں پڑھتا ہے **(۴)**...... اور بعض حضرات نے فرمایا کہ صابئین وہ فرقہ ہے جو ستاروں کی عبادت کرتا ہے، اور اس فرقہ کے دو عقیدے ہیں، ایک تو یہ عالَم کا خالق تو اللہ تعالیٰ ہی ہے، لیکن اس نے حکم دیا ہے کہ ستاروں کی تعظیم کی جائے، اور ان کو نماز اور دعا کا قبلہ ٹھہرایا جائے، دوسرا عقیدہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آسمانوں اور ستاروں کو پیدا کیا اور پورے عالَم کے خیر اور شر اور صحت ومرض کے خالق و مالک اور مختار یہی ستارے ہیں، اس لئے ان کی تعظیم وعبادت کرنی چاہئے۔
اور اہلِ لغت صابی اس شخص کو کہتے ہیں جو ایک دین سے خارج ہوکر دوسرے دین میں داخل ہوگیا ہو، خواہ پہلا یا دوسرا دین حق ہو یا باطل (ماخوذ از: معارف القرآن ادریسی، جلد ا صفحہ ۱۹۵،۱۹۶)

درسِ حدیث

احادیثِ مبارکہ کی تفصیل وتشریح کا سلسلہ

مفتی محمد رضوان

روزے کے ذریعے ایصالِ ثواب

روزہ بدنی عبادت ہے،اوراس کے ذریعہ سے ایصالِ ثواب کرنا بھی درست ہے۔

(۱)...... یہ حدیث ہم نے صدقہ کی بحث میں نقل کردی ہے کہ جس میں حضورﷺ نے ایک صحابی کے سوال کے جواب میں فرمایا:

اَمَّا اَبُوْکَ فَلَوْ اَقَرَّ بِالتَّوْحِيْدِ فَصُمْتَ وَتَصَدَّقْتَ عَنْهُ نَفَعَهُ ذَالِکَ (مسند احمد، مسند عبداللہ بن عمرو، بن العاص رضی اللہ عنه، حدیث نمبر ۶۷۰۴ واللفظ لهٗ؛ مصنف ابنِ ابی شیبه، جزء ۵ صفحه ۲۱۸)

ترجمہ: ’’تمہارے(فوت شدہ)باپ اگرلا الہ الا اللہ کے ماننے والے ہوتے (یعنی مومن ہوتے اور) پھرتم ان کی طرف سے روزے رکھتے اورصدقہ کرتے تو اس سے ان کونفع ہوتا‘‘(ترجمہ مکمل)

اس حدیث سے واضح طور پرمعلوم ہوا کہ اگرکوئی شخص اسلام کی حالت میں فوت ہوجائے تو اس کوروزے رکھ کرایصالِ ثواب کیاجائے۔

اورنماز کے باب میں حضرت حجاج بن دینار کی وہ مرسل روایت بھی گزرچکی ہے،جس میں روزے کے ذریعے سے والدین کوایصالِ ثواب کرنے کاذکرہے۔

اس کے علاوہ بعض روایات میں میت کی طرف سے اس کے ذمہ میں قضاشدہ روزے میت کے ولی کورکھنے کاذکرہے۔

اوراسی لئے بعض دیگرفقہاء نے ولی کومیت کی طرف سے روزے رکھ لینے کی اجازت دی ہے،لیکن کیونکہ روزہ بدنی عبادت ہے،جس میں ہمارے فقہاء کے نزدیک نیابت درست نہیں۔

اوربعض روایات میں میت کی طرف سے ولی کے ذمہ قضاشدہ روزے رکھنے کی صاف طورپرنفی کی گئی ہے۔

البتہ روزے کے بدلہ میں فدیہ دینے کی اجازت دی گئی ہے،اورفدیہ مالی عبادت ہے،جس میں نیابت درست ہے،اس لئے ہمارے فقہاءسمیت جمہورفقہاء نے میت کی طرف سے بطورنیابت روزے رکھنے کی

Idara Ghufran

نفی فرمائی ہے، البتہ روزوں کا فدیہ دینے کی اجازت دی ہے۔ [۱]

اور جن روایات میں میت کی طرف سے اس کے ولی کے لئے روزے رکھنے کا ذکر ہے، ان کا مطلب ہمارے فقہاء نے یہ بیان فرمایا ہے کہ ولی وہ عمل کرے جو روزے کا بدل ہے، اور روزے کا بدل فدیہ ہے۔

اور اگر ان احادیث میں میت کی طرف سے نیابۃً فرض وواجب روزوں کی ادائیگی مراد نہ لی جائے تو پھر یہ مطلب ہوگا کہ ولی میت کو ثواب پہنچانے کے لئے روزے رکھے تو اس سے اس کو ثواب پہنچتا ہے۔

بہرحال جو مطلب بھی لیا جائے اس سے ایصالِ ثواب کی بنیاد ثابت ہوتی ہے۔

اس تمہید کو ذہن میں رکھ کر اس سلسلہ میں وارد ہونے والی احادیث وروایات ملاحظہ فرمائیں۔

(۲)......حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے:

مَنْ مَاتَ وَعَلَيْهِ صِيَامٌ صَامَ عَنْهُ وَلِيُّهٗ (صحيح بخارى كتاب الصوم ج ۱ ص ۲۶۲ وصحيح مسلم باب قضاء الصوم عن الميت ج ۱ ص ۳۶۲؛ ابوداؤد، باب ماجاء فيمن مات وعليه صيام صام عنه وليه)

ترجمہ: جو شخص اس حالت میں فوت ہوجائے کہ اس کے ذمے کچھ روزے ہوں تو اس کی طرف سے اس کا ولی روزے رکھ لے (ترجمہ ختم)

(۳)......اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں:

مَنْ مَاتَ وَعَلَيْهِ صِيَامٌ فَلْيَصُمْ عَنْهُ وَلِيُّهٗ اِنْ شَآءَ (قلت هو فى الصحيح خلا قوله ان شاء رواه البزار واسناده حسن "مجمع الزوائد ج۳ص ۱۷۹)

ترجمہ: جو شخص فوت ہوجائے اور اس کے ذمہ روزے ہوں، تو اس کا ولی اگر چاہے تو اس کی طرف سے روزے رکھ لے (ترجمہ ختم)

(۴)......حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے:

جَاءَتْ اِمْرَأَةٌ اِلٰى رَسُوْلِ اللهِ صلى الله عليه وسلم فَقَالَتْ يَارَسُوْلَ اللهِ اِنَّ اُمِّىْ مَاتَتْ وَعَلَيْهَا صَوْمُ نِذْرٍ اَفَاَصُوْمُ عَنْهَا؟ قَالَ رَأَيْتِ لَوْكَانَ عَلٰى اُمِّكِ دَيْنٌ فَقَضَيْتِهٖ اَكَانَ

---

[۱] وذهب الجمهور الى انه لايصام عن ميت لانذر ولاغيره، حكاه ابن المنذر عن ابن عمر وابن عباس وعائشة، ورواية عن الحسن والزهرى، وبه قال مالك وابوحنيفة، قال القاضى عياض وغيره:هو قول جمهور العلماء، وتأولوا الحديث على انه يطعم عنه وليه (شرح النووى على مسلم ،باب قضاء الصيام عن الميت)

Idara Ghufran

يُؤَدِّيْ ذٰلِکِ عَنْهَا قَالَتْ نَعَمْ قَالَ فَصُوْمِيْ عَنْ اُمِّکِ (مسلم حدیث نمبر ۱۹۳۸)

ترجمہ: ایک عورت نے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوکر عرض کیا، میری والدہ کا انتقال ہوگیا ہے اوران کے ذمہ منت کے کچھ روزے تھے، تو کیا میں ان کی طرف سے روزے رکھ سکتی ہوں؟ آپ نے فرمایا بتلاؤ، اگر تمہاری ماں پر کچھ قرضہ ہوتا اورتم اس کو ادا کردیتیں تو کیاان کی طرف سے وہ ادا ہوجاتا؟ سائلہ نے عرض کیا جی ہاں! آپ ﷺ نے فرمایا تو اپنی ماں کی طرف سے روزے بھی رکھ سکتی ہو (ترجمہ ختم) [۱]

(۵)......اور حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

بَيْنَا اَنَا جَالِسٌ عِنْدَرَسُوْلِ اللهِ ﷺ اِذْاَتَتْهُ اِمْرَأَةٌ فَقَالَتْ اِنِّيْ تَصَدَّقْتُ عَلٰى اُمِّيْ بِجَارِيَةٍ وَاِنَّهَامَاتَتْ قَالَ فَقَالَ وَجَبَ اَجْرُکِ وَرَدَّهَا عَلَيْکِ الْمِيْرَاثُ قَالَتْ يَارَسُوْلَ اللهِ اِنَّهٗ کَانَ عَلَيْهَا صَوْمُ شَهْرٍاَفَاَصُوْمُ عَنْهَا قَالَ صُوْمِيْ عَنْهَا قَالَتْ اِنَّهَالَمْ تَحُجَّ قَطُّ اَفَاَحُجُّ عَنْهَا قَالَ حُجِّيْ عَنْهَا (صحیح مسلم باب قضاء الصوم عن الميت حديث نمبر ۱۹۳۹ واللفظ لهٗ)

ترجمہ: میں حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر تھا کہ ایک عورت حاضر ہوئی اوراس نے عرض کیا کہ میں نے اپنی ایک باندی اپنی والدہ پر صدقہ (یعنی ثواب کی نیت سے ہبہ) کردی تھی اوراب میری والدہ کا انتقال ہوگیا ہے۔

حضور نے فرمایا تمہیں ہبہ کا ثواب مل گیا اور وراثت کے ذریعہ اب وہ باندی پھر تمہاری ملکیت میں آگئی۔

پھراس عورت نے ذکر کیا کہ میری ماں کے ذمہ ایک مہینہ کے روزے بھی تھے تو کیا میں ان کی طرف سے روزے رکھ سکتی ہوں؟

آپ نے فرمایا ہاں، ان کی طرف سے روزے رکھ لو۔

پھراس عورت نے عرض کیا کہ میری والدہ نے کبھی حج بھی نہیں کیا تو کیا میں ان کی طرف سے حج بھی کرسکتی ہوں؟

---

[۱] اس حدیث میں حضور ﷺ نے روزے کو جو کہ مالی عبادت ہے، قرض کے ساتھ تشبیہ دی ہے؛ جس سے اس بات پر استدلال کیا جانا بعید نہیں کہ ایصالِ ثواب کے معاملے میں مالی اور بدنی عبادت دونوں کا حکم ایک ہے۔

آپ نے فرمایا جی ہاں! حج بھی ان کی طرف سے کرسکتی ہو(ترجمہ ختم) ۱؎

مذکورہ احادیث میں میت کی طرف سے روزے رکھنے کا ثبوت ہے۔

اگران روزوں کوایصالِ ثواب کے روزے قرار دیا جائے تو کوئی شبہ نہیں،اوران احادیث کے الفاظ میں غورکرنے سے بھی اس مطلب کی تائید ہوتی ہے،کیونکہ ان احادیث میں میت کے دوسرے کوروزہ رکھنے کی وصیت کرنے کا کوئی ذکر نہیں۔

اس لئے جب میت کا کوئی رشتہ دار بطورِخوداس کے لئے روزے رکھے گا،تو یہ روزے نفلی شمار ہونگے نہ کہ واجب،اوریہ بات ایصالِ ثواب کے روزوں میں ہوتی ہے۔

اسی وجہ سے کئی حضرات نے ان احادیث کا یہی مطلب بیان فرمایا ہے۔ ۲؎

۱؎ اس حدیث کے بارے میں بعض ایصالِ ثواب کے منکرین نے جو مضطرب ہونے کا دعویٰ کیا ہے وہ درست نہیں۔
چنانچہ امام نووی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

واماقول ابن عباس (ان السائل رجل)وفی روایة امرأة (امرأة) وفی روایة :(صوم شهر)وفی روایة (صوم شهرین)فلا تعارض بینهما،فسأل تارة رجل ،وتارة امرأة ،وتارة عن شهروتارة عن شهرین(شرح النووی کتاب الصیام،قضاء الصیام عن المیت)

۲؎ البدائع الصنائع میں ہے

وقو ل النبی ﷺ (لا یصوم احد عن احدولا یصلی احد عن احد)ای فی حق الخروج عن العهدةلا فی حق الثواب ،فان مَنْ صَامَ اَوْ صَلّٰی اَوْ تَصَدَّقَ وَجَعَلَ ثَوَابَهٗ لِغَیْرِہٖ مِنَ الْاَمْوَاتِ اَوِ الْاَحْیَاءِ جَازَ وَیَصِلُ ثَوَابُهَا اِلَیْهِمْ عِنْدَ اَهْلِ السُنَّةِ وَالْجَمَاعِةِ(البدائع الصنائع ج۲، فصل نبات الحرم)

اعلاء السنن میں ہے:

واما انا فاقول ان الصوم فی الاحادیث المرفوعة یحمل علی المراد به ان الولی یصوم صوم النذر عن المیت لکن لابطریق النیابة عنه بل یصوم لنفسه ثم یوصل ثوابه الیه والقرینة علی ذالک الحملی ان الناذرة لم توص فکان هذا تطوعا من الولی لاواجبا ،ویؤید الحمل علی التطوع قوله علیه السلام فی لفظ البزار ان شآء ،وقدمر قریبا ، والاختلاف فی المقام فی ماکان واجبا فافهم (اعلاء السنن ج۹ص ۱۶۱ ،باب جواز الفدیة عن صوم المیت وانه لایصوم احد عن احد)

اورعلامہ شامی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

وان صام اوصلی عنه لا،فان مَعْنَاهُ لَایَجُوْزُقَضَاءُ عَمَّاعَلَی الْمَیّتِ وَاِلَّافَلَوْجَعَلَ لَهٗ ثَوَابُ الصَّوْمِ وَالصَّلٰوةُ یَجُوْزُ(ردالمحتار، کتاب الصوم،فصل فی العوارض المبیحةلعدم الصوم)

ترجمہ: اوراگرمیت کی طرف سے(قضا) روزے رکھے یانماز پڑھے تو درست نہیں اوراس کا مطلب یہ ہے کہ میت

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پرملاحظہ فرمائیں﴾

اور اگر ان احادیث میں میت کی طرف سے نیابت کے طور پر اس کے ذمہ میں واجب شدہ روزوں کی ادائیگی مراد لی جائے تو حضرت عائشہ اور حضرت ابنِ عباس نیز حضرت ابنِ عمر رضی اللہ عنہم سے دوسرے کی طرف سے روزے رکھنے کی نفی ثابت ہے، البتہ روزے کے بدلے میں فدیہ ادا کرنے کا ذکر ہے۔

(۶)...... چنانچہ حضرت ابنِ عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ فرماتے ہیں:

مَنْ مَاتَ وَعَلَيْهِ صِيَامُ شَهْرٍ فَلْيُطْعَمْ عَنْهُ مَكَانَ كُلِّ يَوْمٍ مِّسْكِيْنًا (ترمذی، حدیث نمبر ۶۵۱؛ ابنِ ماجه، حدیث نمبر ۱۷۵۷؛ صحیح ابنِ خزیمه، حدیث نمبر ۳۰۰۳)

ترجمہ: جو شخص فوت ہوجائے اور اس کے ذمے مہینہ بھر کے روزے ہوں تو اس کی طرف سے ہر دن کے (روزے) کے بدلے میں ایک مسکین کو (دووقت) کھانا کھلایا جائے (یا ایک روزے کے بدلے میں ایک صدقۂ فطر کے برابر رقم کا صدقہ کیا جائے) (ترجمہ ختم)

اس روایت کی سند حسن ہے۔ ۱

(۷)...... حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے ہی روایت ہے کہ:

لَايُصَلِّيَنَّ اَحَدٌ عَنْ اَحَدٍ وَلَايَصُوْمَنَّ اَحَدٌ عَنْ اَحَدٍ وَلٰكِنْ اِنْ كُنْتَ فَاعِلًا تَصَدَّقْتَ عَنْهُ اَوْ اَهْدَيْتَ (مصنف عبدالرزاق جزء ۹ حدیث نمبر ۱۶۳۴۶)

ترجمہ: کوئی کسی کے (فرض نماز کے) بدلے میں ہرگز بھی نماز نہیں پڑھ سکتا، اور کوئی کسی کے (فرض روزے کے) بدلے میں ہرگز بھی روزہ نہیں رکھ سکتا، البتہ اگر آپ کچھ کرنا چاہیں تو دوسرے کی طرف سے صدقہ (نماز، روزے کا فدیہ) دے دیں (ترجمہ ختم)

اس روایت کی سند صحیح ہے۔ ۲

(۸)...... حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں:

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

کے ذمے جو نمازیں یا روزے فرض تھے ان کی ادائیگی کے خیال سے زندوں کا اس کی جانب سے روزے رکھنا یا نمازیں پڑھنا صحیح نہیں ہے لیکن اگر روزے رکھ کر یا نمازیں پڑھ کر اُس کو ثواب پہنچادے تو یہ جائز ہے (ترجمہ ختم)

۱ قال القرطبی فی (شرح المؤطا) اسناده حسن (عمدة القاری باب من مات وعليه صوم)
اس حدیث کی سند پر مزید کلام کے لئے عمدۃ القاری کا مندرجہ بالا حوالہ ملاحظہ فرمائیں۔

۲ ورجالـهٗ رجال الصحیح الا عبدالله هذا فانه من رجال مسلم والاربعة وهو مختلف فيه (اعلاء السنن ج ۹ ص ۱۵۹، باب جواز الفدية عن صوم الميت وانه لايصوم احد عن احد)

Idara Ghufran

لَایُصَلِّیْ أَحَدٌ عَنْ أَحَدٍ، وَلَا یَصُوْمُ أَحَدٌ عَنْ أَحَدٍ، وَلٰکِنْ یُطْعِمُ عَنْهُ مَکَانَ کُلَّ یَوْمٍ مُدَّ حِنْطَةٍ (السنن الکبریٰ للنسائی، حدیث نمبر ۲۹۱۸ واللفظ لهٗ؛ مشکل الآثار للطحاوی، روایت نمبر ۱۹۸۶؛السنن الکبریٰ للبیهقی ج۴ص۲۵۷)

ترجمہ: کوئی شخص کسی کی طرف سے نہ نماز پڑھ سکتا ہے اور نہ روزہ رکھ سکتا ہے،البتہ دوسرے کی طرف سے ہر دن کے بدلے میں ایک مُد گندم (غریب کو) کھانے کے لئے دے سکتا ہے (ترجمہ ختم)

یہ روایت سند کے لحاظ سے صحیح ہے۔ [1]

(۹)......امام مالک رحمہ اللہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں:

اَنَّـهٗ بَلَغَهٗ اَنَّ عَبْدَاللهِبْنَ عُمَرَ کَانَ یَسْأَلُ هَلْ یَصُوْمُ اَحَدٌ عَنْ اَحَدٍ اَوْ یُصَلِّیْ اَحَدٌ عَنْ اَحَدٍ فَیَقُوْلُ لَایَصُوْمُ اَحَدٌ عَنْ اَحَدٍ وَلَایُصَلِّیْ اَحَدٌ عَنْ اَحَدٍ (مؤطا امام مالک ،کتاب الصوم ،باب النذر فی الصیام) [2]

(۱۰)......حضرت عمرة بنت عبدالرحمٰن سے روایت ہے کہ:

سَأَلْتُ عَائِشَةَ فَقُلْتُ لَهَا: إِنَّ أُمِّیْ تُوُفِّیَتْ وَعَلَیْهَا رَمَضَانُ أَیُصْلِحُ أَنْ أَقْضِیَ عَنْهَا؟ فَقَالَتْ: لَا، وَلٰکِنْ تَصَدَّقِیْ عَنْهَا مَکَانَ کُلَّ یَوْمٍ عَلٰی مِسْکِیْنٍ، خَیْرٌ مِّنْ صِیَامِکَ عَنْهَا (مشکل الآثار للطحاوی، باب بیان مشکل ماروی فی الواجب فیمن مات وعلیه صیام)

ترجمہ: میں نے حضرت عائشہ سے یہ سوال کیا کہ میری والدہ کی وفات ہوگئی ہے،اوران کے ذمہ رمضان کے روزے تھے،تو کیا اس بات کی گنجائش ہے کہ میں ان کی طرف سے قضا روزے رکھ لوں؟ تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ نہیں!البتہ آپ ان کی طرف سے ہر دن کے (روزے کے) بدلے میں مسکین کو صدقہ دے دیں (جس کی مقدار صدقۂ فطر کے برابر ہو) یہ آپ کے اس کی طرف سے روزہ رکھنے سے بہتر ہے (ترجمہ ختم)

---

[1] وهذا سند صحیح علی شرط الشیخین خلا ابن عبدالاعلی فانه علی شرط مسلم (الجوهر النقی لابن الترکمانی، جزء۴ صفحه ۲۵۷)
رواه النسائی فی الکبریٰ باسناد صحیح "التلخیص الحبیر ۱-۱۹۷"(اعلاء السنن ج۹ص ۱۵۹ ،باب جواز الفدیة عن صوم المیت وانه لایصوم احد عن احد)

[2] (لایصوم احد عن احد ولایصلی احد عن احد)فهوفی حق الخروج عن العهدة لافی حق الثواب کما فی البحر(ردالمحتار، جلد۲ باب الحج عن الغیر)

اس روایت کی سند صحیح ہے۔ ۱

اور یہ صحابہ ایسی بات صرف اپنے اجتہاد اور قیاس سے نہیں فرما سکتے، خصوصاً جبکہ اوپر روزے رکھنے والی دو احادیث بھی حضرت عائشہ اور حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہیں، لہٰذا ان احادیث کا ایسا مطلب مراد لینا ضروری ہوگا جو ان راویوں کے فتوے کے خلاف نہ ہو، اور جو مطلب اوپر بیان کیا گیا کہ جن احادیث میں روزے رکھنے کا ذکر ہے اس سے مراد روزوں کا بدل یعنی فدیہ دینا ہے، اور فدیہ دراصل ایک طرح کا صدقہ اور مالی عبادت ہے، اور مالی عبادت میں دوسرے کی طرف سے نیابت درست ہے۔ ۲

بہرحال روزے رکھ کر دوسرے مسلمان کو ایصالِ ثواب کرنا درست ہے، اور دوسرے مسلمان کے ذمہ میں فرض وواجب روزوں کا نیابۃً فدیہ دینا بھی درست ہے۔

---

۱ وهذا ايضا سند صحيح (الجوهر النقى لابن التركمانى، جزء۴ صفحه ۲۵۷)

۲ چنانچہ امام بیہقی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

وقد احتج بهذا أصحابنا فى أن المراد بقوله: صام عنه وليه: أى يفعل عنه مايكون بدلا من صيامه، وهو الإطعام الذى ذهبنا إليه، وهما رويا الحديث فى الصوم عنه (معرفة السنن والآثار، در ذيل حديث نمبر ۲۶۶۲)

اور ابنِ بطال بخاری کی شرح میں فرماتے ہیں:

قال ابن القصار: ومعنى الاحاديث التى احتجوا بها عندنا ان يفعل عنه وليه مايقوم مقام الصيام وهو الاطعام، ويستحب لهم فيصيرون كانهم صاموا عنه (شرح ابن بطال ج۷ص۱۱۷)

اور بعض حضرات نے فرمایا:

وَقَالَ ابْنُ عُمَرَ، وَابْنُ عَبَّاسٍ، وَعَائِشَةَ: لَايَصُوْمُ اَحَدٌ عَنْ اَحَدٍ وَهُوَ قَوْلُ مَالِكٍ، وَاَبِىْ حَنِيْفَةَ، وَالشَّافِعِىِّ، وَحُجَّةُ هٰؤُلَاءِ اَنَّ ابْنَ عَبَّاسٍ لَمْ يُخَالِفْ بِفَتْوَاهُ مَارَوَاهُ اِلَّا لِنَسْخٍ عِلْمِهٖ، وَكَذَالِكَ رَوَى عَبْدُالْعَزِيْزِ بْنُ رَفِيْعٍ عَنْ عَمْرَةَ، عَنْ عَائِشَةَ اَنَّهَا قَالَتْ: يُطْعَمُ عَنْهُ فِىْ قَضَاءِ رَمَضَانَ وَلَايُصَامُ عَنْهُ (شرح ابن بطال ج۷ص۱۱۷)

وَفَتْوَى الرَّاوِىْ عَلٰى خِلَافِ مَرْوِيِّهٖ بِمَنْزِلَةِ رِوَايَتِهٖ لِلنَّاسِخِ، وَنَسْخُ الْحُكْمِ يَدُلُّ عَلٰى اِخْرَاجِ الْمَنَاطِ عَنِ الْاِعْتِبَارِ، وَلِذَا صَرَّحُوْا بِاَنَّ مِنْ شَرْطِ الْقِيَاسِ اَنْ لَّايَكُوْنَ حُكْمُ الْاَصْلِ مَنْسُوْخًا لِاَنَّ التَّعْدِيَةَ بِالْجَامِعِ، وَنَسْخُ الْحُكْمِ يَسْتَلْزِمُ اِبْطَالَ اِعْتِبَارِهٖ، اِذْ لَوْ كَانَ مُعْتَبَرًا لَاسْتَمَرَّ تَرْتِيْبُ الْحُكْمِ عَلٰى وَفْقِهٖ.

وَقَدْ رُوِىَ عَنْ عُمَرَ رَضِىَ اللهُ عَنْهُ نَحْوُهٗ، اَخْرَجَهٗ عَبْدُالرَّزَّاقِ وَذَكَرَهٗ مَالِكٌ فِى الْمُوَطَّا بَلَاغًا فَقَالَ مَالِكٌ، وَلَمْ اَسْمَعْ عَنْ اَحَدٍ مِّنَ الصَّحَابَةِ وَلَا مِنَ التَّابِعِيْنَ رَضِىَ اللهُ تَعَالٰى عَنْهُمْ بِالْمَدِيْنَةِ اَنْ اَحَدًا مِّنْهُمْ اَمَرَ اَحَدًا اَنْ يَّصُوْمَ عَنْ اَحَدٍ وَلَا يُصَلِّىْ عَنْ اَحَدٍ اه

وَهٰذَا مِمَّا يُؤَيِّدُ النَّسْخَ، وَاَنَّهُ الْاَمْرُ الَّذِىْ اِسْتَقَرَّ الشَّرْعُ عَلَيْهِ آخِرًا (فتح القدير، كتاب الصوم، فصل كان مريضافى رمضان فخاف ان صام)

مفتی محمد رضوان

راولپنڈی شہر سے

(۱)...... راولپنڈی پولیس نے پیرودھائی سے اغواء ہونے والی 8 سالہ بچی کو 5 ماہ کی تگ ودو کے بعد افغانستان کے علاقہ شبرغان سے بازیاب کرالیا ہے، جبکہ بچی کے اغواء میں ملوث بنگالی خاتون اور اس کے افغانی شوہر کی گرفتاری اور پاکستان منتقلی کے لئے وزارتِ داخلہ سے مدد مانگ لی ہے، 8 سالہ مغویہ کو گزشتہ روز طورخم بارڈر پر پاکستانی پولیس کے حوالے کیا گیا، جسے پولیس نے بحفاظت راولپنڈی پہنچا دیا ہے، ادھر پولیس نے 5 ماہ کی تحقیقات کے دوران اغواء کنندگان کے نیٹ ورک میں شامل دیگر ملزمان کا بھی سراغ لگا لیا ہے، ابتدائی اطلاعات کے مطابق اغواء کار میاں بیوی کا تعلق بدنام زمانہ میڈم طاہرہ گینگ سے بھی ہے، جو باہم مل کر کمسن بچیوں کو اغواء کر کے انہیں کچھ سال اپنی تحویل میں رکھ کر جوان ہونے پر جسم فروشی پر مجبور کرتی ہیں (روزنامہ اسلام 22 / اگست 2008ء صفحہ 2)

راولپنڈی پولیس کا یہ کارنامہ یقیناً اندھیر نگری میں روشنی کی کرن ہے، ورنہ اغواء کاروں کو گرفتار کرنے اور ان کا سراغ لگانے میں ہمارے ملک کے قانون نافذ کرنے والے اداروں کا کردار و کارکردگی انتہائی مایوس کن ہے۔

بچوں کے اغوا وغیرہ مختلف کالے دھندے ہمارے یہاں چل رہے ہیں، بعض اوقات بچوں کا خون نکال کر فروخت کیا جاتا ہے، اور بعض اوقات مختلف اعضاء کی خرید وفروخت کی جاتی ہے، اور بعض اوقات بچوں سے محنت کشی کرائی جاتی ہے، اور ساتھ ہی ان کو ذہنی طور پر معذور و ماؤف کر دیا جاتا ہے، اور یہ سب کچھ کرنے والے ظاہر ہے زیادہ تر کلمہ گو مسلمان ہی ہونگے، جنہیں اس طرح کی کارروائی کرنے میں ذرہ برابر خوفِ خدا نہیں ہوتا، مگر اللہ تعالیٰ کی بے آواز لاٹھی کی زَد میں چند ہی دنوں بعد ایسے لوگ خود بھی آ جاتے ہیں کہ ان کے یا ان کی اولاد کے ساتھ کوئی ناگہانی آفت ایسی آ جاتی ہے، جس سے دنیا ہی میں ان کو سزا حاصل ہو جاتی ہے، اور آخرت کی سزا اپنی جگہ الگ۔

اس موقع پر عوامُ الناس کو اپنی اولاد کی نگرانی کی ذمہ داری کو یاد رکھنا چاہئے، کیونکہ اغوا کاری کے اکثر واقعات والدین اور سرپرستوں کے اپنے بچوں کی نگرانی میں غفلت کے باعث وقوع پذیر ہوتے ہیں۔

(۲)...... ہفتہ ۲۰ شعبان ۱۴۲۹ھ، 23 اگست 2008ء کو اخبار میں یہ خبر پڑھنے کو ملی کہ راولپنڈی کے راجہ بازار میں تجاوزات مافیا کا راج، فٹ پاتھوں پر بھی کاروبار سج گئے، ٹریفک جام رہنا معمول بن گیا، پیدل چلنا بھی دشوار ہو گیا (روزنامہ اسلام ص ۲)

اگر چہ اس خبر میں تو مذکورہ شکایت صرف راجہ بازار کے متعلق کی گئی ہے،لیکن یہ صورتِ حال اکثر گزرگاہوں میں درپیش ہے،خصوصاً جہاں گزرگاہوں کے اطراف میں کاروباری دکانیں واقع ہیں۔

فٹ پاتھیں جو کہ پیدل گزرنے والے لوگوں کے لئے بنائی جاتی ہیں،ان پر یا تو دوکاندار خود قبضہ جما لیتے ہیں، اور اپنی کاروباری اشیاء ان پر رکھ کر گزرنے والوں کے لئے رکاوٹ پیدا کردیتے ہیں،یا پھر ریڑھی وغیرہ لگانے والوں کو اپنی دوکان کے سامنے واقع فٹ پاتھ کی جگہ کرایہ پر دے کر یومیہ یا ماہانہ کرایہ وصول کرتے ہیں۔

جبکہ اولاً تو یہ جگہ دوکانداروں کی ذاتی ملکیت نہیں ہوتی، بلکہ عامۃُ الناس کے گزرنے کی مشترکہ ضرورت کے لئے مختص ہوتی ہے،اس لئے اس جگہ کا کرایہ وصول کرنا شرعاً جائز نہیں۔

دوسرے بغیر کرایہ حاصل کئے ہوئے بھی اس جگہ پر قبضہ جما کر اور اپنا تسلط قائم کرکے گزرنے والوں کے راستے میں رکاوٹ پیدا کرنا ایذائے مسلم کے گناہ کے علاوہ ناجائز اور ظالمانہ غصب کے زمرے میں داخل ہے

(۳)......شہر کے مختلف حصوں میں گندگی کے ڈھیر جمع رہنے سے علاقے کے لوگوں کو تکلیف اور مختلف بیماریوں کا سامنا ہے،اور اوپر سے برسات کے موسم اور بارش ہونے سے مسائل ومصائب میں مزید اضافہ ہوجاتا ہے، کیونکہ اس موسم میں ہوا میں رطوبت ہونے کے باعث گندگی خشک نہیں ہو پاتی ،اور اس میں کیڑے پیدا ہوجاتے ہیں، نیز بارش کے پانی سے یہ گندگی اور کچرا بعض لوگوں کے گھروں وغیرہ میں داخل ہوجاتا ہے،اور نالیوں وغیرہ میں پہنچ کر پانی کی روانی میں رکاوٹ کا باعث بنتا ہے،جس سے جگہ جگہ پانی جمع ہوجاتا ہے،اور گھروں اور کاروباری مقامات میں داخل ہوکر جانی ومالی نقصان کا سبب بنتا ہے، جو کہ بہت افسوسناک صورتِ حال ہے۔

آج تک حکومت کی طرف سے ہمارے شہروں میں کچرے اور گندگی کو صحیح ٹھکانے لگانے کا انتظام نہ ہونے کے باعث ہمیشہ سے عوام کو مشکلات رہی ہیں، جبکہ ترقی یافتہ ممالک میں ایک طرف تو کچرے اور گندگی کو صحیح مقام پر پہنچا کر لوگوں کو تکلیف و بیماریوں سے بچانے کا اہتمام کیا جاتا ہے،اسی کے ساتھ اس کچرے وگندگی کو مختلف ضروریات کے لئے کارآمد بنایا جاتا ہے،اور ''ہم خرما ہم کھجور'' کا فائدہ حاصل کیا جاتا ہے، اور اس صورت میں کچرے وگندگی کو صحیح ٹھکانے لگانے پر جو اخراجات صَرف ہوتے ہیں، وہ بھی اس طریقہ سے پورے کر لئے جاتے ہیں۔

مگر ہمارے یہاں اس سے فائدہ اٹھانا تو درکنار،اس کو مختلف مسائل ومصائب کا سبب بنالیا جاتا ہے۔

حالانکہ تھوڑی بہت توجہ اور محنت کے ذریعہ ان مصائب ومسائل سے نجات حاصل کی جاسکتی ہے۔

Idara Ghufran

بسلسلہ :تاریخی معلومات

مولوی طارق محمود

ماہِ شعبان: چوتھی نصف صدی کے اجمالی حالات وواقعات

□......ماہِ شعبان ۳۰۳ھ: میں حضرت ابوعبدالرحمٰن احمد بن شعیب بن علی بن سنان بن بحر الخراسانی النسائی رحمہ اللہ کی وفات ہوئی، سنن نسائی آپ کی مشہور کتاب اور صحاحِ ستۃ میں شامل ہے، ۲۱۵ھ میں آپ کی ولادت ہوئی، ۲۳۰ھ میں آپ بغلان تشریف لے گئے اور حضرت قتیبۃ بن سعید سے طلبِ علم کیا، اور ایک سال اور ایک مہینہ ان کی صحبت میں رہے(سیر اعلام النبلاء ج۱۴ ص ۱۳۳ ،العبر فی خبر من غبر ج ۱ ص ۱۱۰ ، وفیات الاعیان ج ۱ ص ۷۷، تذکرۃ الحفاظ ج ۲ ص ۷۰۱)

□......ماہِ شعبان ۳۰۶ھ: میں حضرت ابوالفضل عباس بن محمد القزاری المصری رحمہ اللہ کا انتقال ہوا، ابن یونس فرماتے ہیں کہ میں نے ان سے کثرت سے احادیث سنی ہیں، اور آپ بصری کے لقب سے جانے جاتے تھے، میں نے ان سے زیادہ حدیث کے معاملہ میں کسی کو ثبت (یعنی مضبوط) نہیں دیکھا (سیر اعلام النبلاء ج۱۴ ص ۲۳۰)

□......ماہِ شعبان ۳۰۹ھ: میں شیخ المعتزلۃ ابوالقاسم عبداللہ بن احمد بن محمود البلخی کی وفات ہوئی، آپ الکعبی کے نام سے مشہور تھے، یکم شعبان کو صبح کے وقت وفات ہوئی(سیر اعلام النبلاء ج۱۴ ص ۳۱۳)

□......ماہِ شعبان ۳۱۰ھ: میں حضرت عیسیٰ بن سلیمان بن عبدالملک القرشی رحمہ اللہ کا انتقال ہوا (سیر اعلام النبلاء ج۱۴ ص ۴۵۸)

□......ماہِ شعبان ۳۱۴ھ: میں شیخ المالکیۃ حضرت ابوعبداللہ محمد بن یحییٰ بن عمر بن لبابۃ القرطبی رحمہ اللہ کا انتقال ہوا، آپ ابنِ لبابۃ کے نام سے مشہور تھے، اور اندلس کے مفتی تھے(سیر اعلام النبلاء ج۱۴ ص ۴۹۵ ،العبر فی خبر من غبر ج ۱ ص ۱۱۷)

□......ماہِ شعبان ۳۱۵ھ: میں مشہور نحوی عالم حضرت ابوالحسن علی بن سلیمان بن فضل البغدادی رحمہ اللہ کی وفات ہوئی، آپ نے حضرت ثعلب اور مبرد رحمہما اللہ سے خوب علم حاصل کر کے عربیت میں کمال حاصل کیا، اچانک آپ کی وفات ہوئی(سیر اعلام النبلاء ج۱۴ ص ۴۸۱)

□......ماہِ شعبان ۳۲۱ھ: میں شیخ الادب حضرت ابوبکر محمد بن حسن بن درید بن عتاہیۃ الازدی

البصری رحمہ اللہ کی وفات ہوئی، آپ ابن درید کے نام سے مشہور تھے، اور کئی کتابوں کے مصنف تھے (سیراعلام النبلاء ج۱۵ ص۹۷)

□......**ماہِ شعبان ۳۲۴ھ:** میں شیخ المقرئین امام المحدث النحوی حضرت ابوبکر احمد بن موسیٰ بن عباس بن مجاہد البغدادی رحمہ اللہ کا انتقال ہوا، آپ مشہور کتاب ''کتاب السبعۃ'' کے مصنف ہیں، ۱۴۵ھ میں آپ کی ولادت ہوئی (سیراعلام النبلاء ج۱۵ ص۲۷۳، العبر فی خبر من غبر ج۱ ص۱۲۶)

□......**ماہِ شعبان ۳۲۶ھ:** میں شیخ المعتزلۃ ابوبکر احمد بن علی الاخشید کی وفات ہوئی، آپ ابن الاخشید کے نام سے مشہور تھے، اور کئی کتابوں کے مصنف تھے، اور علمِ فقہ، نحو اور علمِ کلام میں آپ کی کئی کتابیں ہیں (سیراعلام النبلاء ج۱۵ ص۲۱۸)

□......**ماہِ شعبان ۳۳۱ھ:** میں حضرت ابونصر حبشون بن موسیٰ بن ایوب الخلال رحمہ اللہ کی وفات ہوئی، ۹۷ سال کی عمر میں آپ کی وفات ہوئی (سیراعلام النبلاء ج۱۵ ص۳۱۷، العبر فی خبر من غبر ج۱ ص۱۳۱)

□......**ماہِ شعبان ۳۳۲ھ:** میں حضرت ابوروق احمد بن محمد بن بکر الہزانی البصری رحمہ اللہ کی وفات ہوئی (سیراعلام النبلاء ج۱۵ ص۲۸۶)

□......**ماہِ شعبان ۳۳۴ھ:** میں حضرت ابوعثمان عمرو بن عبداللہ بن درہم نیشاپوری المطوعی رحمہ اللہ کا انتقال ہوا، آپ بصری کے نام سے مشہور تھے (سیراعلام النبلاء ج۱۵ ص۳۶۵)

□......**ماہِ شعبان ۳۳۴ھ:** میں حضرت ابوعلی حسین بن صفوان بن اسحاق بن ابراہیم البرذعی رحمہ اللہ کا انتقال ہوا، آپ حضرت ابنِ ابی الدنیا رحمہ اللہ کے ساتھی اور ان کی کتابوں کو روایت کرنے والے ہیں (سیراعلام النبلاء ج۱۵ ص۴۴۲)

□......**ماہِ شعبان ۳۳۹ھ:** میں حضرت ابواسحاق ابراہیم بن عبدالرزاق بن حسن الانطاکی رحمہ اللہ کا انتقال ہوا (سیراعلام النبلاء ج۱۵ ص۳۸۵)

□......**ماہِ شعبان ۳۴۵ھ:** میں حضرت ابوعمرو عثمان بن محمد بن احمد بن محمد بن ہارون بن وردان السمرقندی رحمہ اللہ کا انتقال ہوا، آپ کی ولادت ۱۵۰ھ میں ہوئی، ۵۹ سال کی عمر میں انتقال ہوا (سیراعلام النبلاء ج۱۵ ص۴۲۳)

□......**ماہِ شعبان ۳۴۲ھ:** میں حضرت ابوالحسین محمد بن احمد بن محمد بن علی بن سابور الاسواری

Idara Ghufran

الاصبہانی رحمہ اللہ کی وفات ہوئی، آپ اصبہان کے علاقے اسوار کے رہنے والے ہیں (سیر اعلام النبلاء ج۱۵ ص ۴۷۸)

□......**ماہِ شعبان ۳۴۲ھ**: میں شیخ الاسلام حضرت ابوبکر احمد بن اسحاق بن ایوب بن یزید نیشاپوری الشافعی رحمہ اللہ کی وفات ہوئی، آپ الصبغی کے نام سے مشہور تھے، اور ۲۵۸ھ میں آپ کی ولادت ہوئی، محمد بن حمدون فرماتے ہیں کہ: میں ابوبکر بن اسحاق کی خدمت میں دو سال تک رہا، اور ان دو سالوں میں سفر و حضر کسی حالت میں بھی میں نے ان کو تہجد کی نماز چھوڑتے ہوئے نہیں دیکھا، اور فرماتے ہیں کہ میں نے کئی مرتبہ ابوبکر کو اذان کے بعد دیکھا کہ وہ دعا مانگ رہے ہیں اور رو رہے ہیں، اور بعض اوقات اپنا سر دیوار کے ساتھ مارتے، جس سے مجھے ڈر پیدا ہوتا کہ شاید ان کے سر سے خون نہ نکل آئے، اور میں نے بزرگوں میں ان سے اچھی نماز پڑھنے والا کسی کو نہیں دیکھا، اور ابوبکر اپنی مجلس میں کسی کو غیبت نہیں کرنے دیتے تھے (سیر اعلام النبلاء ج۱۵ ص ۴۸۷)

□......**ماہِ شعبان ۳۴۴ھ**: میں شیخ الاسلام حضرت امام ابوالنضر محمد بن محمد بن یوسف الطّوسی الشافعی رحمہ اللہ کی وفات ہوئی، آپ خراسان میں شافعی مسلک کے امام تھے، امام حاکم رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ میں طوس دو مرتبہ گیا، اور میں نے ابوالنضر سے پوچھا کہ آپ اتنے کثرت سے فتاویٰ جاری کرنے کے باوجود تصنیف کے لئے کب فارغ ہوتے ہیں تو انہوں نے فرمایا کہ میں رات کے تین حصے کرتا ہوں، ایک حصہ میں تصنیف کرتا ہوں، ایک حصہ میں سوتا ہوں اور ایک حصہ میں قرآن مجید کی تلاوت کرتا ہوں، حافظ احمد بن منصور فرماتے ہیں کہ ابوالنضر ستر سال کے لگ بھگ فتاویٰ جاری کرتے رہے، اور کبھی کسی فتویٰ پر کسی سے معاوضہ نہیں لیا (سیر اعلام النبلاء ج۱۵ ص ۴۹۱، تذکرۃ الحفاظ ج۲ ص ۸۹۴)

□......**ماہِ شعبان ۳۴۶ھ**: میں حضرت ابوالحسن احمد بن بہزاد بن مہران الفارسی السیرافی المصری رحمہ اللہ کا انتقال ہوا (سیر اعلام النبلاء ج۱۵ ص ۵۱۹، العبر فی خبر من غبر ج ۱ ص ۱۴۱)

□......**ماہِ شعبان ۳۴۶ھ**: میں حضرت ابوالحسین عبدالصمد بن علی بن محمد بن مکرم بغدادی الطستی رحمہ اللہ کی وفات ہوئی، ۸۰ سال کی عمر میں وفات ہوئی (سیر اعلام النبلاء ج۱۵ ص ۵۵۶)

□......**ماہِ شعبان ۳۴۶ھ**: میں حضرت ابوالحزم وہب بن مسرۃ بن مفرج بن بکیر تمیمی اندلسی رحمہ اللہ کا انتقال ہوا،

﴿بقیہ صفحہ ۵۷ پر ملاحظہ فرمائیں﴾

Idara Ghufran

مقالات ومضامین

مفتی محمد رضوان

ماہِ رمضان مختصر فضائل ومسائل کی روشنی میں

(روزہ،سحری،افطاری،تراویح،شبینہ،اعتکاف،فطرانہ،عیدالفطر کے مسائل)

رمضان کے ایک روزہ کی اہمیت

نبی کریم علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جو شخص قصداً بلا کسی شرعی عذر کے ایک دن بھی رمضان کا روزہ چھوڑ دے تو پھر رمضان کے علاوہ چاہے تمام عمر کے روزے رکھے اس کا بدل نہیں ہوسکتا (احمد، ترمذی، ابوداؤ، ابن ماجہ، دارمی، بخاری، مشکوٰۃ)

روزہ کس پر فرض ہے؟

ہر مسلمان، عاقل، بالغ صحت مند مقیم مرد وعورت پر رمضان کے روزے فرض ہیں ❁ جس شخص کو روزہ رکھنے سے اپنے سابقہ تجربہ یا دیندار ماہر ڈاکٹر کی رائے کے مطابق بیماری پیدا ہونے یا بیماری بڑھ جانے کا غالب گمان ہو وہ روزہ چھوڑ سکتا ہے صحت یاب ہونے پر قضاء کرنا ضروری ہے ❁ خواتین کو مخصوص ایام میں روزہ رکھنا جائز نہیں، پاک ہونے کے بعد قضاء کرنی ضروری ہے۔ بلا عذرِ شرعی یا بیماری کے وہم کی بنیاد پر روزہ چھوڑنا اور فدیہ ادا کرنا جائز نہیں۔ بہت چھوٹے بچوں کو نام ونمود اور رسم کے طور پر روزہ رکھوانا جائز نہیں اوران پر زور زبردستی کر کے بوجھ ڈالنا بھی گناہ ہے۔

سحری کے مسائل

سحری کھانا سنت ہے، اگر بھوک نہ ہو تب بھی تھوڑا بہت کچھ کھا پی لینا چاہئے خواہ دو تین چھوارے یا پانی کے چند گھونٹ ہی کیوں نہ ہوں، لیکن اگر کچھ بھی نہ کھایا پیا اور بغیر سحری کے روزہ رکھ لیا تب بھی روزہ صحیح ہو جائے گا ❁ اگر سحری کے لئے آنکھ نہ کھلی اور صبح صادق ہوگئی تو بغیر سحری کے روزہ رکھنا ضروری ہے صبح صادق ہوجانے کے بعد سحری کھانا صحیح نہیں (خواہ کسی کی آنکھ دیر سے کھلی ہو) اکثر روزہ رکھنے والے حضرات فجر کی اذان ہونے تک سحری کھانے کا سلسلہ جاری رکھتے ہیں اور بعض لوگ تو اذان ختم ہونے تک جبکہ بعض لوگ آخری اذان اور بعض لوگ محلّہ کی اذان ہونے تک سحری کھانے میں مبتلا پائے گئے ہیں۔

حالانکہ سحری ختم کرنے کا تعلق اذان سے نہیں بلکہ صبح صادق ہوجانے سے ہے اوراذان تو نماز فجر کیلئے دی جاتی ہے اذان درحقیقت نماز کی سنت ہے نہ کہ روزہ کی، اگراذان صبح صادق کے بعد ہوئی اوراس پر کچھ کھایا پیا گیا تو روزہ نہیں ہوگا اوراگر اذان ہی صبح صادق ہونے سے پہلے ہوئی تو پھر یہ اذان فجر کی جماعت کے لئے صحیح نہ ہوگی۔اس لئے اذان کو سحری ختم کرنے کا معیار بنانا یا اذان صبح صادق سے پہلے پڑھنا سخت نقصان کی چیز ہے سحری کیلئے صحیح اور مستند کیلنڈر یا جنتری میں دیئے گئے وقت کو معیار بنائیں اوراپنی گھڑی صحیح وقت کے مطابق رکھیں (اوراحتیاطاً کچھ وقت پہلے ہی سحری سے فارغ ہوجائیں) نیز مساجد میں یہ اہتمام کیا جائے کہ سحری کا وقت ختم ہونے پر اس کا اعلان کردیا جائے (یا کسی جگہ سائرن وغیرہ بجادیا جائے) اور چند منٹ کے بعد (جب صبح صادق کا یقین ہوجائے) فجر کے لئے اذان دی جائے۔حدیث میں سحری میں دیر کرنے اورافطار میں جلدی کرنے کی جو فضیلت آئی ہے اس پر عمل وقت کے اندر رہتے ہوئے کرنا چاہئے اور یہی اس حدیث کا مطلب بھی ہے ❁ روزہ کی نیت دل میں کافی ہے زبان سے ضروری نہیں ❁ رمضان المبارک میں صبح صادق ہوجانے کے بعد دوسرے دنوں کی بنسبت فجر کی نماز باجماعت اس لئے جلدی پڑھنا تاکہ زیادہ لوگ جماعت میں شریک ہوسکیں جائز بلکہ بہتر ہے۔

افطار کے مسائل

افطار کے وقت دعا قبول ہونے کا خاص وقت ہوتا ہے۔اس لئے دعا کا اہتمام کیا جائے ❁ بعض لوگ افطار کے وقت بھی ٹی وی کے پروگراموں میں مصروف رہتے ہیں جو سخت محرومی کی بات ہے۔کھجور سے روزہ افطار کرنا زیادہ ثواب ہے اوروہ میسر نہ ہو تو پھر پانی سے افطار کرنا چاہئے، افطار حلال مال سے کیا جائے حرام سے پرہیز بہت ضروری ہے ❁ کسی روزہ دار کو روزہ افطار کرانے کی بڑی فضیلت ہے۔افطار میں مصروف ہوکر مغرب کی نماز قضاء کردینا یا جماعت چھوڑ دینا صحیح نہیں ❁ رسم ورواج کے طور پر یا اپنا نام اونچا کرنے کے لئے افطار پارٹیاں دینا جائز نہیں ❁ اسی طرح بچوں کی روزہ کشائی کی مروجہ رسم بھی غیر شرعی ہے۔بعض لوگ ایک عشرہ کھجور سے، ایک عشرہ پانی سے اورایک عشرہ نمک سے افطار کرنے کو سنت یا زیادہ ثواب سمجھتے ہیں یہ غلط ہے اس طریقہ کا شریعت میں کوئی ثبوت نہیں ❁ رمضان میں مغرب کی نماز کچھ تاخیر سے پڑھنا تاکہ مختصر افطار اور بھوک کا تقاضا ختم کرکے لوگ جماعت میں شریک ہوسکیں جائز ہے، لیکن زیادہ تاخیر نہ کی جائے کہ مکروہ وقت ہوجائے یا نمازیوں کو جماعت کے انتظار میں تکلیف ہونے لگے

وہ صورتیں جن میں روزہ نہیں ٹوٹتا اور مکروہ بھی نہیں ہوتا یہ ہیں

❁ کسی قسم کا انجکشن یا ٹیکہ لگوانا ❁ کسی عذر سے رگ کے ذریعہ گلوکوز چڑھوانا ❁ سخت ضرورت کے وقت خون چڑھوانا ❁ طاقت کا انجکشن لگوانا ❁ ایسی آکسیجن دینا جو خالص ہو اور اس میں ادویات کے اجزاء شامل نہ ہوں ❁ کلی کرنے کے بعد منہ کی تری نگلنا ❁ اپنا تھوک جو اپنے منہ میں ہو نگل لینا، البتہ اسے منہ میں جمع کر کے نگلنا اچھی بات نہیں ❁ ضرورت کے وقت کوئی چیز چکھ کر تھوک دینا ❁ ناک کو اس قدر زور سے سڑک لینا کہ حلق کے اندر چلی جائے ❁ دانت اس طرح نکلوانا کہ خون حلق میں نہ جانے پائے ❁ دانتوں سے نکلنے والا خون نگل لینا بشرطیکہ وہ تھوک سے کم ہو اور منہ میں خون کا ذائقہ معلوم نہ ہو ❁ نکسیر پھوٹنا ❁ چوٹ وغیرہ کے سبب جسم سے خون نکلنا ❁ کسی زہریلی چیز کا ڈسنا ❁ مرگی کا دورہ پڑنا ❁ بواسیر کے مسوں کو (جن کا محل عموماً پاخانہ کی جگہ کا کنارہ ہوتا ہے) طہارت کے بعد اندر دبا دینا ❁ حلق میں بلا اختیار دھواں، گرد وغبار یا مکھی، مچھر وغیرہ کا چلے جانا ❁ بھول کر کھانا پینا یا بھول کر بیوی سے صحبت کرنا ❁ اگر جماع یا انزال کا اندیشہ نہ ہو تو بیوی سے بوس وکنار کرنا ❁ سوتے ہوئے احتلام ہو جانا ❁ کان میں پانی ڈالنا یا بے اختیار چلے جانا ❁ خود بخود دقے آ جانا ❁ آنکھوں میں دوا یا سرمہ لگانا (اگرچہ حلق میں اس کا اثر معلوم ہو) ❁ مسواک کرنا (خواہ تر ہو یا خشک) ❁ سر اور بدن میں تیل لگانا ❁ عطر یا پھولوں کی خوشبو سونگھنا ❁ دھونی دینے کے بعد اگربتی اور لوبان کی خوشبو سونگھنا جبکہ ان کا دھواں باقی نہ رہے ❁ رومال بھگو کر سر پر ڈالنا اور کثرت سے نہانا ❁ بچہ کو دودھ پلانا ❁ پان کی سرخی اور دوا کا ذائقہ منہ سے ختم نہ ہونا (جبکہ اس کے اجزاء منہ میں نہ ہوں)

وہ صورتیں جن میں روزہ ٹوٹتا نہیں مگر مکروہ ہو جاتا ہے یہ ہیں

❁ ٹوتھ پیسٹ، منجن، مسی، دنداسہ اور کوئلہ وغیرہ سے دانت صاف کرنا جبکہ ان کے اجزاء حلق میں نہ جائیں ❁ صحبت یا انزال ہو جانے کا خطرہ ہو تو بیوی سے بوس وکنار وغیرہ کرنا ❁ بلاضرورت کسی چیز کو چبانا یا چکھ کر تھوک دینا ❁ غیبت کرنا ❁ لڑنا جھگڑنا اور گالی گلوچ کرنا خواہ کسی انسان کو گالی دے یا بے جان چیز کو ❁ خون دینا، فصد (پچھنے) لگانا ❁ اپنے منہ میں تھوک جمع کر کے نگلنا ❁ بلا عذر رگ کے ذریعہ گلوکوز چڑھوانا۔

وہ صورتیں جن میں روزہ ٹوٹ جاتا ہے اور صرف قضا واجب ہوتی ہے

❁ داڑھ نکلوائی اور خون حلق میں چلا گیا ❁ کسی مرض کی وجہ سے اتنا خون یا پیپ دانتوں سے نکل کر حلق

میں چلا جائے جو تھوک کے برابر یا اس سے زیادہ ہو جس کی پہچان یہ ہے کہ تھوک میں اس کا رنگ نظر آ جائے اور منہ میں ذائقہ محسوس ہو ❀ ناک اور کان میں تر دوا ڈالنا اور ایسی ناس لینا یا خشک سفوف ڈالنا جس کا جوفِ دماغ میں پہنچنا یقینی ہو ❀ مشت زنی کرنا ❀ بیوی کے ساتھ بوس و کنار وغیرہ کی وجہ سے انزال ہونا ❀ ایسی چیز کا نگل جانا جو کہ عام طور پر نہ کھائی جاتی ہو جیسے کنکر یا لکڑی کا ٹکڑا ❀ یہ سمجھ کر کہ احتلام سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے روزہ افطار کر لینا ❀ بیماری یا کسی مجبوری میں روزہ افطار کر لینا ❀ سحری کا وقت خیال کر کے صبح صادق ہو جانے کے بعد سحری کھا لینا ❀ یہ سمجھ کر کہ سورج غروب ہو گیا ہے افطار کر لینا ❀ روزہ یاد ہو مگر وضو کرتے وقت بلا اختیار حلق میں پانی چلا جائے ❀ قصداً منہ بھر کر قے کر لینا ❀ لوبان یا عود کا دھواں قصداً ناک یا حلق میں پہنچانا ❀ منہ میں آنسو یا پسینہ کے قطرے چلے جائیں اور ذائقہ محسوس ہو اور روزہ دار ان کو نگل لے۔

وہ صورتیں جن میں روزہ ٹوٹ جاتا ہے اور قضا و کفارہ دونوں لازم ہوتے ہیں

❀ جان بوجھ کر کچھ کھا پی لینا، مسئلہ معلوم ہو یا نہ ہو ❀ بیوی سے صحبت کرنا جبکہ روزہ یاد ہو ❀ جان بوجھ کر کچا گوشت یا چاول کھا لینا ❀ جان بوجھ کر سگار، حقہ، بیڑی اور سگریٹ وغیرہ پینا ❀ اگر کسی نے تھوڑی نسوار روزہ کی حالت میں منہ میں رکھ کر فوراً نکال دی اور اس کو یقین ہو کہ اس کا کوئی جز حلق میں نہیں گیا تو روزہ نہیں ٹوٹے گا اگرچہ بالاتفاق مکروہ ہے۔ مگر عام طور پر چونکہ ایسا ہونا مشکل ہے کہ نسوار کا جز حلق میں نہ جائے خصوصاً جبکہ استعمال کرنے والے دیر تک منہ میں رکھتے ہیں اور اس کے رہنے سے تھوک بھی زیادہ پیدا ہوتا ہے لہٰذا مروجہ طور پر نسوار استعمال کرنا روزہ توڑ دیتا ہے اور اس سے قضا و کفارہ دونوں واجب ہوں گے ❀ قضا یہ ہے کہ روزہ کے بدلے میں ایک روزہ رکھے ❀ کفارہ یہ ہے کہ ایک غلام آزاد کرے جہاں غلام نہ ملتے ہوں یا غلام کے خریدنے پر قدرت نہ ہو وہاں ساٹھ روزے مسلسل رکھے ناغہ نہ ہو ورنہ پھر شروع سے ساٹھ روزے پورے رکھنے ہوں گے اور اگر روزہ کی طاقت نہ ہو تو ساٹھ مسکینوں کو پیٹ بھر کر دونوں وقت کھانا کھلائے۔

تراویح کی فضیلت

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ بے شک اللہ تعالیٰ نے تم پر رمضان کے روزے فرض قرار دیے اور میں نے رمضان کی رات میں قیام (یعنی تراویح) کو سنت قرار دیا پس جس شخص نے رمضان کا روزہ رکھا اور رمضان میں قیام کیا (یعنی تراویح پڑھی) ایمان کی حالت میں اور ثواب کی امید رکھتے ہوئے اخلاص کے ساتھ تو وہ اپنے گناہوں سے اس طرح سے نکل جائے گا جیسا کہ وہ اپنی پیدائش کے وقت تھا (نسائی، ترغیب وترہیب)

تراویح کے مسائل

رمضان المبارک کے پورے ماہ روزانہ بیس رکعات تراویح مردو عورت دونوں کے لئے سنت موکدہ ہیں۔ بلاعذر تراویح چھوڑنے یا بیس رکعات سے کم پڑھنے والا مرد ہو یا عورت گنہگار ہے بعض مرد حضرات اور اکثر خواتین تراویح کی نماز چھوڑ دیتے ہیں ایسا ہرگز نہ کرنا چاہے اور تراویح کی بیس رکعات نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے ثابت ہیں اور مشرق سے مغرب تک پوری امت مسلمہ میں بیس رکعات کا تعامل رہا ہے۔ لہٰذا آٹھ پر اکتفاء کرنا صحیح نہیں۔ پورے رمضان میں ایک مرتبہ قرآن مجید مکمل کرنا (پڑھ کر یا سن کر) سنت ہے، قرآن مجید مکمل ہو جانے کے بعد تراویح چھوڑ دینا صحیح نہیں۔ کیونکہ دونوں الگ الگ مستقل سنت ہیں۔ تراویح دو دو رکعات کر کے پڑھنا بہتر ہے اور ایک سلام سے چار چار بھی پڑھنا جائز ہے۔ خواتین کو تراویح کی نماز اپنے گھروں میں علیٰحدہ علیٰحدہ پڑھنی چاہئے، ان کو مسجد میں پڑھنے کے لئے آنا مکروہ ہے۔ تراویح میں نابالغ لڑکے کو امام بنانا جائز نہیں۔ ڈاڑھی منڈانے یا ایک مٹھی سے کم کرنے والا حافظ اس حرام فعل کی وجہ سے فاسق ہے (خواہ دوسری باتوں میں کتنا نیک ہو) اس کے پیچھے نماز پڑھنا مکروہ تحریمی یعنی حرام کے قریب ہے۔ اسی طرح دوسرے گناہوں کا حکم ہے مثلاً غیبت کرنا، مرد کو ٹخنے سے نیچے پائجامہ لٹکانا، گانا سننا، بلاضرورت تصویر بنوانا، رکھنا، حرام کمانا، کھانا، ناجائز ملازمت کرنا، ٹی وی دیکھنا، بدعت کا ارتکاب کرنا وغیرہ جو ان میں سے کسی گناہ میں مبتلا ہو وہ فاسق ہے اس کو امام بنانا مکروہ تحریمی ہے۔ قرآن مجید سنانے پر کسی قسم کی اجرت یا معاوضہ لینا دینا حرام ہے خواہ معاوضہ طے کر لیا جائے، یا رواج ہو کہ کچھ نہ کچھ لینا دینا لازمی سمجھا جاتا ہو اور خواہ اس کو معاوضہ کہا جائے یا تحفہ، ہدیہ، اعانت وغیرہ اور نقدی کی شکل میں دیا جائے یا جوڑے کی صورت میں بہرحال ناجائز ہے اسی طرح ایسے حافظ کو تراویح میں امام بنانا جائز نہیں جس کو نماز کے ضروری مسائل بھی معلوم نہ ہوں کہ کن چیزوں سے نماز ٹوٹ جاتی ہے اور کن چیزوں سے سجدہ سہو لازم ہو جاتا ہے وغیرہ نیز ایسے شخص کے پیچھے تراویح پڑھنا بھی جائز نہیں جس کا تلفظ صحیح نہ ہو اور قرآن مجید کو غلط پڑھتا ہو یا وہ قرآن مجید کو بہت تیز پڑھتا ہو کہ جس سے حروف کٹ جاتے ہوں اور **یعلمون تعلمون** سمجھ آتا ہو یا نماز کے افعال اتنی جلدی ادا کرتا ہو کہ نماز کے فرائض یا واجبات بھی پورے نہ ہوتے ہوں، جہاں ان مذکورہ شرائط کے مطابق حافظ نہ ملے وہاں غیر حافظ کے پیچھے چھوٹی سورتوں کے ساتھ تراویح پڑھ لی جائے۔ اگر تراویح کی کوئی رکعت فاسد ہو جائے تو اس

میں پڑھا ہوا قرآن مجید بھی دہرانا چاہئے ،نماز میں پڑھی گئی آیت سجدہ کا اسی نماز میں سجدہ کرنا ضروری ہے اگر اسی نماز میں سجدہ ادا نہ کیا تو نماز کے بعد یہ سجدہ ادا نہ ہوگا اب توبہ واستغفار کے سوا معافی کی کوئی صورت نہیں ۔اگر کوئی تراویح نہ پڑھ سکے اور صبح صادق ہو جائے تو اب اس کی قضاء نہیں ،صرف توبہ واستغفار کیا جائے ۔بعض لوگ سمجھتے ہیں کہ جو شخص روزہ نہ رکھے وہ تراویح بھی نہ پڑھے یہ غلط ہے،روزہ اور تراویح دونوں الگ الگ حکم ہیں ایک کی وجہ سے دوسرے کو چھوڑنا صحیح نہیں ۔

تسبیح تراویح

ہر چار رکعت تراویح کے بعد کچھ دیر وقفہ کرنا بہتر ہے اس درمیان خواہ خاموش رہے یا دعا کرے یا کوئی ذکر وغیرہ آہستہ آواز میں پڑھے یا تسبیح پڑھ لے لیکن تسبیح تراویح کے نام سے مشہور دعا کے پڑھنے کو ضروری سمجھنا یا تراویح کی سنت سمجھنا غلط ہے اس کو باآواز بلند پڑھنے سے بھی پرہیز کرنا چاہئے ۔ بہت سے لوگ اہم مسائل کو چھوڑ کر صرف تسبیح تراویح کو شائع کرنے کا اہتمام کرتے ہیں یہ بھی حد سے تجاوز ہے ۔

لاؤڈ اسپیکر پر تراویح

لاؤڈ اسپیکر کا استعمال صرف بوقت ضرورت اور بقدر ضرورت کرنا چاہئے ،آج کل بعض مساجد میں تراویح کے لئے مسجد کا اوپر والا اسپیکر استعمال کیا جاتا ہے ۔جس کی عام طور پر ضرورت نہیں ہوتی ۔اس میں کئی گناہ ہیں (مثلاً قرآن مجید کی بے ادبی ،آیت سجدہ سننے والوں پر سجدے کا لزوم ،عبادت یا آرام میں مشغول یا مریضوں کو خلل اور تکلیف پہنچنا) اس لئے عام حالات میں مسجد کے اندورنی اسپیکر کے استعمال پر اکتفا کرنا چاہئے ۔ختم قرآن کے موقع پر ضرورت سے زیادہ روشنی اور چراغاں کرنا ،مووی بنانا ، ہار پہننے پہنانے کا اہتمام والتزام کرنا یا اس تقریب میں کسی مقرر کی تقریر کو لازم سمجھنا اور رسمی طور پر چندہ کر کے مٹھائی یا دوسری چیزوں کی تقسیم کا اہتمام کرنا جس سے ایک تو مسجد میں شوروغوغا ہوتا ہے جو مسجد کے ادب وحرمت کے خلاف ہے اور دوسرے بعض دفعہ مٹھائی وغیرہ کے ذرات مسجد میں جا بجا گر جاتے ہیں جس سے مسجد بھی آلودہ ہوتی ہے اور رزق کے وہ ذرات بھی پائمال ہوتے ہیں ،محض اپنے ایک شوق اور رسم کو پورا کرنے کے لئے مسجد کی اتنی بے حرمتی نیکی برباد گناہ لازم کا مصداق ہے ،لہٰذا ایسے مواقع پر مسجد کی بے احترامی کی جتنی صورتیں ہیں سب سے پرہیز ضروری ہے (یہاں مختصر مسائل تحریر کیے گئے ہیں ،تفصیل کے لئے ہماری کتاب ''ماہِ رمضان کے فضائل واحکام'' ملاحظہ فرمائیں)

اعتکاف کے مسائل

رمضان المبارک کے آخری عشرہ میں (بیسویں روزہ کے دن سورج غروب ہونے سے لے کر عید کا چاند نظر آنے تک) جو اعتکاف کیا جاتا ہے یہ مسنون اعتکاف کہلاتا ہے، مسنون اعتکاف کی دل میں اتنی نیت کر لینا کافی ہے کہ ''میں اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے رمضان کے آخری عشرہ کا مسنون اعتکاف کرتا ہوں'' (عالمگیری) مسنون اعتکاف کی نیت بیس تاریخ کے غروب سے پہلے کر لینی چاہئے۔ مسنون اعتکاف صحیح ہونے کے لئے روزہ ضروری ہے اگر کوئی اعتکاف کے دوران کوئی ایک روزہ نہ رکھ سکے یا اس کا روزہ کسی وجہ سے ٹوٹ جائے تو مسنون اعتکاف ٹوٹ جائے گا۔ البتہ بعض لوگ جو سمجھتے ہیں کہ جس نے پہلے دو عشروں میں پابندی سے روزے نہ رکھے ہوں یا تراویح نہ پڑھی ہو وہ مسنون اعتکاف نہیں کر سکتا یہ غلط ہے۔ اعتکاف کی حالت میں بعض چیزیں جائز بعض مکروہ وممنوع اور ایسی ہیں کہ ان سے ثواب وقبولیت ہی ضائع ہو جاتی ہے۔ لہٰذا ان سے بچنے کا پورا اہتمام رکھیں۔

اعتکاف کی حالت میں جائز کام

کھانا پینا (بشرطیکہ مسجد کو ملوث نہ کیا جائے اور مسجد کا احترام رکھا جائے) ★ سونا ★ بات چیت کرنا (لیکن فضول گوئی سے پرہیز ضروری ہے، شامی) ★ نکاح یا کوئی اور عقد کرنا (بحر) ★ کپڑے بدلنا ★ خوشبو لگانا ★ سر اور داڑھی میں تیل لگانا ★ کنگھی کرنا بشرطیکہ مسجد، اس کی دیوار، چٹائی وغیرہ تیل اور بالوں سے ملوث نہ ہو (خلاصۃ الفتاویٰ) ★ مسجد میں کسی مریض کا معائنہ کرنا، نسخہ لکھنا یا دوا بتا دینا ★ قرآن کریم یا دینی علوم کی تعلیم دینا اور لینا ★ برتن، کپڑا دھونا، سینا بشرطیکہ مسجد ملوث نہ ہو اور پانی مسجد سے باہر گرے اور خود مسجد میں رہیں ★ ضرورت کے وقت مسجد میں ریح خارج کرنا (شامی) ★ حجامت بنانا (لیکن بال مسجد میں نہ گریں بلکہ کسی کپڑے وغیرہ پر جمع کریں۔ مگر داڑھی مونڈنا یا ایک مٹھی سے کم کرنا تو ہر حال میں حرام ہے اور رمضان، اعتکاف و مسجد میں ہونے کی وجہ سے اس کا گناہ اور بھی بڑھ جاتا ہے ★ بقدر ضرورت بستر، صابن، کھانے پینے اور ہاتھ وغیرہ دھونے کے برتن اور مطالعہ کے لئے دینی کتب مسجد میں رکھنا، (لیکن اتنا سامان نہ ہو کہ بازار ہی لگ جائے یا جگہ گھر جانے کی وجہ سے نمازیوں کو تکلیف ہو ★ بقدر ضرورت اپنے اور بال بچوں یا خرید وفروخت سے متعلق باتیں کرنا ★ پیشاب پاخانہ کے لئے جاتے ہوئے کسی کو سلام کرنا یا سلام کا جواب دینا یا مختصر بات چیت کرنا بشرطیکہ اس کے لئے ٹھہرنا نہ پڑے (مرقاۃ) ★ معتکف

کو مسجد میں سگریٹ پینا جائز نہیں کم از کم اعتکاف کے دنوں میں تو بالکل چھوڑ ہی دے البتہ اگر کسی کو شدید تقاضا ہو تو پیشاب پاخانہ کے لئے جاتے آتے ہوئے یا بیت الخلاء میں پینے کی گنجائش ہے، لیکن ساتھ ہی اس کی بدبو الائچی وغیرہ کھا کر یا مسواک کر کے دور کرے مگر صرف منہ صاف کرنے کے لئے مسجد سے باہر نہ ٹھہرے آتے جاتے ہوئے یہ ضرورت پوری کرسکتا ہے یا پھر وضو کے ساتھ منہ صاف کرلے۔

اعتکاف کے ممنوعات و مکروہات

بعض چیزیں تو ہر حال میں حرام ہیں اور اعتکاف، رمضان، روزے اور مسجد میں ان کی برائی کئی طرح سے بڑھ جاتی ہے مثلاً غیبت کرنا، چغلی کرنا، لڑنا، لڑانا، جھوٹ بولنا، گالی دینا، جھوٹی قسمیں کھانا، بہتان لگانا، کسی کو ناحق تکلیف پہنچانا، کسی کے عیب تلاش کرنا، کسی کو رسوا کرنا، تکبر اور غرور کی باتیں کرنا، ریا کاری دکھلاوا کرنا، دین کے متعلق بلاتحقیق بحث و مباحثہ اور رائے زنی کرنا وغیرہ (شامی بتصرف)

★ جو باتیں جائز ہوں جن کے کرنے میں نہ عذاب ہے نہ ثواب ہے، بوقت ضرورت، بقدر ضرورت کرنے کی اجازت ہے، بلاضرورت مسجد میں دنیا کی باتیں کرنے سے نیکیاں ضائع ہوجاتی ہیں (درمختار) ★ معتکف کو بلاضرورت کسی شخص کو جائز باتیں کرنے کے لئے بلانا اور باتیں کرنا مکروہ ہے اور خاص اس غرض سے محفل جمانا ناجائز ہے ★ معتکف کو اعتکاف کی حالت میں فحش یا بے کار اور جھوٹے قصے کہانیوں یا اسلام کے خلاف مضامین پر مشتمل لٹریچر، تصویر دار اخبارات و رسائل یا اخبارات کی جھوٹی خبریں مسجد میں لانا، رکھنا، پڑھنا سننا جائز نہیں ★ بعض عوام دوست و احباب کے ساتھ کسی ایک جگہ اسلئے اعتکاف میں بیٹھتے ہیں، تاکہ دل لگا رہے اور ایک دوسرے کے ساتھ وقت گزارنا آسان ہو اور پھر اعتکاف میں ہنسی مذاق، فضول گوئی، غپ شپ، دل لگی میں مبتلا رہتے ہیں جو سراسر غلط ہے ★ بعض لوگ شہرت کی غرض سے مشہور مسجد میں اعتکاف کرتے ہیں، جب نیت میں اخلاص نہ رہا تو ثواب کیسے حاصل ہوگا؟ ★ بعض لوگ مسجد کی صفائی کا خیال نہیں رکھتے ★ بعض ضرورت سے زیادہ سامان اور بکھیڑا مسجد میں لے آتے ہیں ★ بعض کو دوسروں کی تکلیف کا احساس نہیں ہوتا آرام کے وقت اونچی آواز سے بات چیت یا ذکر و تلاوت کرتے ہیں یا بجلی وغیرہ جلا کر روشنی کردیتے ہیں جس سے دوسروں کو تکلیف ہوتی ہے یہ سب امور گناہ اور منع ہیں دوسروں کے آرام کے وقت کسی کو تکلیف ہو تو بجلی نہ جلائیں صرف اپنی طرف کی جلائیں یا چھوٹے لیمپ سے کام لیں ★ بعض لوگ مسجد کی بجلی اور پانی، گیس وغیرہ کا بے جا اور فضول استعمال کرتے ہیں جو گناہ ہے، مسجد کی چیزیں بوقت

ضرورت اور بقدرِ ضرورت استعمال کرنی چاہئیں ★ بعض معتکف حضرات دوسرے کی چیزوں کو ان کی اجازت اور خوش دلی کے بغیر استعمال کر لیتے ہیں جو کہ ناجائز ہے۔

ان ضروریات کے لئے نکلنے سے اعتکاف نہیں ٹوٹتا

پیشاب پاخانے اور استنجے کی ضرورت کے لئے ★ غسل واجب کے لئے، احتلام ہونے سے اعتکاف نہیں ٹوٹتا پہلے فوراً تیمّم کر لینا چاہئے ★ وضو کرنے کے لئے (وضو کے ساتھ مسواک منجن، صابن اور تولیہ کا استعمال جائز ہے لیکن وضو کے بعد ایک لمحہ باہر نہ ٹھہرے) ★ کھانے پینے کی ضروری اشیاء باہر سے لانے کے لئے جبکہ کوئی اور شخص لانے والا نہ ہو ★ جس مسجد میں اعتکاف کیا گیا ہے اگر اس میں جمعہ کی نماز نہ ہوتی ہو تو دوسری مسجد میں جمعہ کی نماز پڑھنے کے لئے جانا، لیکن ان سب امور میں یہ بات ملحوظ رہنی چاہئے کہ بوقت ضرورت نکلے اور بقدرِ ضرورت باہر ٹھہرے ★ اگر کوئی معتکف بلاضرورت بھول کر یا جان بوجھ کر تھوڑی دیر کے لئے بھی مسجد سے نکل جائے تو اس کا اعتکاف ٹوٹ جائے گا **تنبیہ:**۔صرف ہاتھ دھونے، کلی کرنے، دانت صاف کرنے، برتن و کپڑے دھونے سگریٹ پینے، مسجد کا بیرونی دروازہ بند کرنے، اور اسی طرح کے دوسرے کاموں کے لئے مسجد سے نکلنے سے اعتکاف ٹوٹ جاتا ہے جبکہ خاص انہیں ضروریات کے لئے نکلا جائے۔

مسجد کی حدود

معتکف کو مسجد کی حدود اچھی طرح سمجھ لینی چاہئیں جو جگہ خاص نماز پڑھنے کے لئے مقرر کی گئی ہو اور نماز پڑھنے کے سوا اس سے کچھ اور مقصود نہ ہو (جیسے مسجد کا ہال، برآمدہ) اعتکاف کے لحاظ سے صرف اتنا حصہ مسجد کہلاتا ہے۔اور امام ومؤذن کا حجرہ سامان رکھنے کا کمرہ، استنجاخانہ، غسل خانہ، مسجد کا بیرونی دروازہ، وضو خانہ، جوتے اتارنے کی جگہ عام طور پر عین مسجد کی حدود میں شامل نہیں ہوتی، لہٰذا بلاضرورت ان جگہوں میں جانے سے اعتکاف ٹوٹ جائے گا۔ مسجد کی چھت پر جانے کے لئے زینہ کا راستہ اگر عین مسجد کی حدود سے باہر ہو تو وہاں جانے سے بھی اعتکاف ٹوٹ جائے گا۔البتہ اگر ان میں سے کوئی جگہ عین مسجد میں شامل ہو تو کوئی حرج نہیں۔پس کسی جگہ کا مسجد ہونا الگ چیز ہے اور مسجد کی ضروریات کے لئے وقف ہونا الگ چیز ہے۔اس مسئلہ کو خوب سمجھ لینا چاہئے

اعتکاف کی قضاء

اگر کسی کا اعتکاف ٹوٹ جائے تو صرف اس ایک دن کی قضاء واجب ہے جس دن اعتکاف ٹوٹا ہے اگر دن

میں ٹوٹا تو صبح صادق سے سورج غروب ہونے تک روزے کے ساتھ قضاء کرے، اور اگر رات کو ٹوٹا ہے تو پھر رات اور دن دونوں کی قضاء کرے یعنی شام کو سورج غروب ہونے سے پہلے مسجد میں داخل ہو وہاں رہے اگلے دن روزہ رکھے اور غروب کے بعد مسجد سے نکل جائے۔ اگر اعتکاف ٹوٹنے کے بعد رمضان کے کچھ دن باقی ہوں تو ان دنوں میں بھی قضاء کی جاسکتی ہے ورنہ پھر بعد میں کرے

اعتکاف کی چند رسمیں

مندرجہ ذیل رسمیں اعتکاف کرنے والوں میں روز بروز بڑھ رہی ہیں ان سے بچنا بھی ضروری ہے ★ ایک دوسرے کی طرف سے معتکفین کا مقابلہ بازی میں بڑائی کے لئے افطار پارٹی دینا ★ اعتکاف ختم ہونے پر اجتماعی دعا کا خصوصی اہتمام والتزام کرنا ★ اعتکاف کرنے والوں کو سوٹ، مٹھائیوں اور دوسری چیزوں سے مبارک باد دینا (اگر رسم اور لازم سمجھے بغیر ہو تو کوئی حرج نہیں مگر ایسا کم ہے) ★ ٹولیوں اور وفد کی شکل میں اعتکاف کرنے والوں کا پرجوش استقبال کرنا پھولوں یا نوٹوں کے ہار ڈالنا، نعرے بازی اور نعت خوانی کے ساتھ واپس لوٹنا ★ اعتکاف کرنے والوں کا چاند نظر آنے پر باہمی معانقہ کا اہتمام کرنا ★ رشتہ داروں کا گھروں میں جمع ہونا ★ اعتکاف کے بعد انفرادی یا اجتماعی تصاویر بنوانا وغیرہ وغیرہ ان تمام رسموں اور نمود ونمائش کے مظاہر سے بچنا ضروری ہے ورنہ ''نیکی برباد گناہ لازم'' کے مصداق اجر ضائع ہو کر زجر کے مستحق ہونے کا اندیشہ ہے۔

شبینہ کا حکم

قرآن کریم کا پڑھنا پڑھانا، سننا سنانا، بڑے اجر وثواب کا باعث ہے لیکن موجودہ دور میں عام طور پر شبینے پڑھنے پڑھانے کا جو سلسلہ چلا ہوا ہے اور اس میں روز بروز مزید مختلف رسمیں ایجاد ہوتی جارہی ہیں اس وجہ سے ان مروجہ شبینوں میں متعدد خرابیاں پائی جاتی ہیں اور اس قسم کے شبینوں کا صحابہ، تابعین ائمہ دین اور سلف صالحین کسی سے ثبوت نہیں ملتا بلکہ یہ موجودہ دور کی ایجاد ہیں اس لئے مروجہ شبینے ممنوع ہیں، لیکن اگر مندرجہ ذیل شرائط کو ملحوظ رکھ کر پڑھا جائے تو گنجائش ہے (۱) کلام پاک ترتیل سے پڑھا جائے اور تجوید کے قواعد ملحوظ رکھے جائیں (۲) نوافل کے بجائے تراویح میں پڑھا جائے کیونکہ اس طرح نوافل کی جماعت مکروہ ہے (۳) نماز پڑھانے والا امام عاقل بالغ ہو اور فاسق نہ ہو (۴) رضائے الٰہی اور اخلاص مقصود ہو، دکھلاوا، نام ونمود اور شہرت کا قطعاً شائبہ نہ ہو (۵) قرآن کریم سنانے پر شرط لگا کر یا رواج

ہوتے ہوئے بغیر شرط لگائے بھی کسی قسم کی اجرت اور معاوضہ نہ لیا دیا جائے (٦) تمام شرکاء شوق اور ذوق کے ساتھ اس میں شرکت کریں (٧) نماز، قرآن مجید اور مسجد کا پورا احترام ملحوظ رکھیں (بعض لوگوں کا جماعت میں کھڑے ہونا اور بقیہ کا بیٹھے یا لیٹے رہنا یا بات چیت کرنا، چائے قہوہ وغیرہ کے دور میں مشغول رہنا بھی جماعت اور قرآن کریم کے ادب کے خلاف ہے خواہ رکوع میں شامل ہو جائیں (٨) اوپر کا (بیرونی اور بڑا) لاؤڈ اسپیکر استعمال نہ کیا جائے بلکہ آواز کو نمازیوں تک محدود رکھا جائے (٩) ضرورت سے زیادہ لائٹنگ (Lighting) چراغاں اور ہر طرح کے اسراف وفضول خرچی سے پرہیز کیا جائے (چوری کی بجلی کا اس موقعہ پر استعمال دوہرا گناہ ہے) (١٠) مروجہ طریقہ پر رسمی چندہ سے پرہیز کیا جائے (١١) اختتام پر بغیر چندہ کے بھی مٹھائی وغیرہ بانٹنے کو لازم نہ سمجھا جائے (١٢) ہر قسم کی خرافات، رسم ورواج سے بچا جائے۔ تجربہ اور مشاہدہ یہ ہے کہ ان تمام شرائط کا آج کل عام طور پر خیال اور اہتمام نہیں کیا جاتا لہٰذا مروجہ شبینے ناجائز اور واجب الترک ہیں (والتفصیل فی اصلاح الرسوم، امداد الفتاویٰ، احسن الفتاویٰ وغیرہ)

نوٹ: عشرہ اخیرہ اور خاص کر طاق راتوں میں زیادہ سے زیادہ عبادت کا اہتمام کرنا چاہئے لیکن اجتماعی عبادت یا کوئی خاص طریقہ اپنی طرف سے عبادت کا گھڑ لینا صحیح نہیں۔ عید کی تیاری کے لئے رمضان کے قیمتی اوقات ضائع کرنا اور عورتوں کا بن سنور کر بازاروں کا طواف کرنا سخت گناہ اور رمضان کی بے حرمتی ہے

جمعۃ الوداع

بعض لوگ رمضان المبارک اور خاص کر جمعۃ الوداع میں قضاء عمری کے نام سے چند رکعتیں پڑھتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ ذمہ میں قضاء شدہ ساری نمازیں اس طرح ادا ہو جاتی ہیں یہ سراسر غلط ہے شریعت میں اس قسم کا کوئی ثبوت نہیں ★ اسی طرح بعض لوگ سمجھتے ہیں کہ رمضان یا آخری جمعہ کو جو کپڑا پہنا جائے اس کا حساب نہ ہوگا، یہ بھی غلط ہے ★ بعض لوگ صرف آخری جمعہ کا روزہ رکھ لیتے ہیں اور باقی روزوں کا اہتمام نہیں کرتے ★ جبکہ بعض لوگ صرف جمعہ کو مسجد وغیرہ میں افطاری بھیجنے کا اہتمام کرتے ہیں جو زیادہ ہونے کی وجہ سے ضائع ہوتی ہے ★ بعض حضرات جمعۃ الوداع کو نعتیہ انداز میں وداع وفراق کے مضامین بڑے اہتمام سے پڑھتے ہیں جس کا ثبوت نہیں اس لئے بدعت ہے (بہشتی گوہر) ★ کچھ لوگ جمعۃ الوداع کو عید الفطر کی طرح سمجھتے ہیں، یہ بھی غلط ہے (رمضان المبارک کے تفصیلی فضائل ومسائل کے لئے ادارہ غفران کی مطبوعہ کتاب ''ماہِ رمضان کے فضائل واحکام'' ملاحظہ فرمائیں)

مقالات ومضامین مفتی محمد رضوان

صدر پرویز مشرف صاحب کا راہِ فرار

سیاست واقتدار ایک ایسا کھیل ہے، جس میں دھوپ وچھاؤں اور اتار چڑھاؤ، فتح وشکست کا سلسلہ جاری رہتا ہے، کسی دور میں ایک حکمران اگر سیاست واقتدار کے نشے میں مست ہوکر طاقت اور اختیارات کا نازیبا اور ناروا استعمال کرتا ہے اور لاکھوں، کروڑوں انسانوں کی جان ومال کے درپے رہتا ہے تو ایک وقت وہ آتا ہے جب اسے خود اپنی جان کے لالے پڑ جاتے ہیں۔

اسی کا ایک نمونہ حال ہی میں ہمارے ملک میں سابق صدر پرویز مشرف صاحب کی شکل میں ظاہر ہوا کہ ایک وقت تو وہ تھا جب پرویز مشرف صاحب نے نواز شریف کی حکومت کا تختہ الٹ کر ان کو قید وبند میں ڈال دیا تھا، اور خود ملک کے سیاہ وسفید کے مالک بن بیٹھے تھے، اور فوجی قیادت کے اعلیٰ عہدہ کے ساتھ صدارت کے عہدہ پر بھی براجمان ہو بیٹھے تھے، اور ملک کے باقی ماندہ تیسرے بڑے ادارہ ''عدلیہ'' کو بھی زرخرید باندی سمجھ کر استعمال کرنا شروع کر دیا تھا، اور اس طرح اپنے مقابلہ میں آنے والی تمام رکاوٹوں کو ڈنڈے کے زور پر دبا کر نہ جانے اپنے آپ کو کیا سمجھا ہوا تھا۔

قوم کو پرویز مشرف کے کردار کو سمجھنے میں اگرچہ زیادہ دیر نہیں لگی تھی، اور قوم پر بہت پہلے ہی پرویز مشرف صاحب کی شخصیت کی حقیقت کھل کر سامنے آ گئی تھی کہ وہ کس ذہنیت کے مالک ہیں، اور کس مشن کے تحت ایک سازش کے تحت حکومت واقتدار پر قابض ہوئے ہیں، لیکن مختلف بیرونی وداخلی عوامل کے سبب عوام کی آواز بے اثر ثابت ہو رہی تھی۔

اگرچہ اب پرویز مشرف صاحب ملک کے صدر نہیں رہے، اور ان کا سیاسی کردار اب اپنے منطقی انجام کو پہنچ چکا ہے، لیکن ان کے کردار کے اثرات ومضرات جو ملک وقوم پر پڑے وہ بہت دوررس ہیں، اور اتنی جلدی مندمل وختم ہونے والے نہیں۔

تجزیہ نگاروں کے بقول پرویز مشرف صاحب کے کارناموں نے ملک وقوم کو پچاس سال پیچھے دھکیل دیا ہے، اور مسلمانوں کی جان ومال اور عزت وآبرو کو جس قدر پرویز مشرف صاحب کے کارناموں سے نقصان پہنچا، اس کا تو اندازہ بھی لگانا مشکل ہے۔

Idara Ghufran

(۱)......سب سے پہلے تو پرویز مشرف صاحب کی شرافت کا اظہار امریکی اور اس کے اتحادیوں کو مدد فراہم کرنے کے ذریعہ افغانستان پر حملہ آور ہونے کی شکل میں ہوا، جس کے لئے امریکہ اور اس کے حواریوں کے سب سے بڑے معاون پرویز مشرف صاحب ثابت ہوئے، اور اس کا بارہا کفریہ طاقتوں نے بھی اعتراف کیا۔

پرویز مشرف صاحب نے لاجسٹک سپورٹ کے عنوان سے امریکہ اور اس کے حواریوں کو ہر قسم کی مدد وتعاون فراہم کیا، اور قوم کو صلح حدیبیہ اور نہ جانے کیا کیا حوالے دے کر دھوکہ میں ڈالا جاتا رہا، اور اسی پر بس نہیں ہوا، اپنی من پسند کی علماء ومشائخ کانفرسیں منعقد کر کے بھی دنیا بھر کے مسلمانوں کو اندھیرے میں رکھنے کی کوشش کی جاتی رہی۔

مشرف صاحب کی اس کفرنوازی کے نتیجہ میں افغانستان کے مسلمانوں اور وہاں کی اسلامی حکومت پر جو ظلم وستم کے پہاڑ ٹوٹے، ان کی ایک جھلک سے عوام وخواص سب واقف ہیں، اور کیوبا میں پابندِ سلاسل دنیا بھر کے متعدد مسلمان آج تک اس شخص کی طاغوت پرستی اور ملت سے غداری ودغابازی کی سزا بھگت رہے ہیں

(۲)...... پرویز مشرف صاحب نے امریکہ اور اس کے اتحادیوں کے ایماء پر اسی پر بس نہیں کیا، اپنے ملک میں بھی افغانستان کی سرحد کے متصل جنگ چھیڑ دی، جو بڑھتے بڑھتے اب صوبہ سرحد تک پھیل چکی ہے، اور ملک کو خانہ جنگی کے دہانہ پر پہنچا دیا ہے۔

(۳)...... پرویز مشرف صاحب کے قول وفعل سے جس چیز کی ترجمانی ہوتی تھی وہ ادنیٰ عقل وشعور رکھنے والوں کے لئے کوئی ڈھکی چھپی چیز نہیں تھی، وہ اسلام کی اصل اور ٹھوس تعلیمات سے سخت متنفر تھے، اور روشن خیالی، اعتدال پسندی وغیرہ کے عنوان سے برابر اس کے لئے کوشاں رہے کہ کسی طرح اسلام کی تعلیمات کے اصل محبین کا روئے زمین سے صفایا کر دیں، اور طاغوت پرستی پر مبنی ازم کو اسلام کا لیبل لگا کر فروغ دیں۔

(۴)...... پرویز مشرف صاحب کی اسلام دشمنی کی ایک جھلک دینی مدارس، مساجد اور علمائے اہلِ حق کے خلاف سخت ایکشن لینا تھی، وہ برابر اس چیز میں کوشاں رہے کہ کسی طرح ملک سے اہلِ حق علماء، دینی مدارس اور مساجد کے منبر ومحراب سے حق کی صدا بلند ہونے کا خاتمہ کر دیا جائے، اس کے لئے انہوں نے متعدد علماء کو مقید کیا، مساجد کو شہید کرایا، یہاں تک کہ اسلام آباد لال مسجد کا تاریخ سوز سیاہ کارنامہ سرانجام

دیا، پوری دنیا نے مسجد و مدرسہ کی بے حرمتی ہوتے ہوئے اپنی آنکھوں سے یہ منظر دیکھا، سینکڑوں علماء، طلبہ وطالبات کو طاقت کا اندھا دھند استعمال کر کے بے دردی و بے جگری کے ساتھ شہید یا معذور کر دیا گیا

(۵)...... پرویز مشرف صاحب نے دین کے ساتھ ساتھ اپنی حرکات وسکنات کا سلسلہ آئین میں مداخلت تک بھی وسیع کر دیا، اور کئی مرتبہ صرف اپنی ذات اور عہدہ کو بچانے کی خاطر پاکستان کے آئین توڑنے کے مرتکب ہوئے۔

(۶)...... پرویز مشرف صاحب کے ظالمانہ، جابرانہ اور آمرانہ اقدامات کے نتیجہ میں ملک میں خودکش حملوں کا سلسلہ شروع ہوگیا (جس کا ملک میں پرویز مشرف صاحب سے پہلے کوئی تصور ہی نہ تھا)

(۷)...... پرویز مشرف صاحب کے دورِ اقتدار میں پیپلز پارٹی کی چیئرپرسن بے نظیر بھٹو صاحبہ کے قتل کا واقعہ بھی رونما ہوا، جس کے بعد پورا ملک توڑ پھوڑ اور فتنہ وفساد کی لپیٹ میں آ گیا، اور اربوں روپے کا ملک کو نقصان ہوا۔

(۸)...... پرویز مشرف صاحب کی پالیسیوں اور ان کے ردعمل کا اثر ملکی معیشت پر بھی لازماً پڑنا تھا، جو کہ پڑ کر رہا، اور ملک تاریخی مہنگائی کی لپیٹ میں آ گیا، جس کا سلسلہ ابھی تک جاری ہے۔

(۹)...... پرویز مشرف صاحب نے ایک مرتبہ تو مجبور ہو کر انتہائی آخری مرحلہ پر وردی اتار کر ایک عہدہ سے دستبرداری حاصل کی، لیکن صدارت کے عہدہ پر وہ پھر بھی براجمان رہے، اور ان کے عزائم ومقاصد بھی کچھ غیر معمولی وسیع دکھائی دے رہے تھے، اُدھر قوم پرویز مشرف کے ظلم وستم کی چکی میں پستی ہوئی آخری سسکیاں لے رہی تھی کہ شبِ برأت کی مبارک رات آ گئی، جس میں نہ جانے کتنے لوگوں نے بارگاہِ الٰہی میں ہاتھ پھیلا کر اللہ تعالیٰ سے پرویز مشرف سے نجات کی دعائیں مانگیں، جو اس مبارک رات میں بالآخر قبول ہوئیں اور اگلے ہی دن پندرہ شعبان کے مبارک دن میں قوم کو پرویز مشرف صاحب سے نجات حاصل ہوئی، اور پرویز مشرف صاحب نے استعفے کی شکل میں راہِ فرار اختیار کی۔ ع

خس کم جہاں پاک

پرویز مشرف صاحب کے کارناموں کو یقیناً سیاہ، تنگ وتاریک دور سے تاریخ میں یاد رکھا جائے گا۔

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ آئندہ قوم کو ایسے سفاک اور ظالم وجابر اور ملک وملت کے بے رحم انسان کی قیادت سے محفوظ رکھیں، اور قوم کو آئندہ کے لئے باشعور و چوکنّا رہنے کی توفیق عطا فرمائیں۔ آمین۔

بسلسلہ: فقھی مسائل (پاکی ناپاکی کے مسائل: سترھویں وآخری قسط) مفتی محمد امجد حسین

پورا کنواں ناپاک ہونے پر پاکی کے طریقے

پیچھے دوسری قسم کے تحت کنویں میں گرنے والی ان ناپاک چیزوں کا بیان ہوا ہے جن سے پورا کنواں ناپاک ہوجاتا ہے اور پورے کنویں کو پاک، صاف کئے بغیر یعنی سارا پانی جو اس وقت کنویں میں موجود ہے نکالے بغیر یہ کنواں پاک نہیں ہوتا اور اس کنویں کے پانی کا استعمال جائز نہیں ہوتا۔ اس صورت میں کنویں کو پاک کرنے یعنی سارا پانی نکالنے کے متعلق احکام مندرجہ ذیل ہیں۔

پہلے اس ناپاک چیز کو نکال لیا جائے جو کنویں میں گری ہے اس کے بعد پانی نکالا جائے جب تک وہ چیز نہ نکالی جائے کنواں پاک نہ ہوگا خواہ کتنا ہی پانی نکال لیا جائے۔

کنویں میں گرنے والی چیزوں کے نجاست کے اعتبار سے اقسام واحکام

اگر وہ نجس وناپاک چیز جو کنویں میں گری ہے کسی طرح نکالی نہ جاسکے کہ وہ کنویں میں اس طرح گم اور غائب ہوگئی کہ تلاش وکوشش کے باوجود دستیاب نہ ہوسکی تو اب کیا کریں گے؟............اس کی دو صورتیں ہیں ایک یہ کہ وہ نجس چیز اپنی ذات میں ہی نجس تھی جیسے حرام مردہ جانور (بغیر ذبح کئے) کا گوشت یا کوئی جانور، پرندہ وغیرہ کنویں میں گر کر مر گیا۔ دوسرے یہ کہ وہ ناپاک ونجس چیز جو کنویں میں گری ہے اپنی ذات میں نجس وپلید نہیں ہے بلکہ اوپری وخارجی پلیدی ونجاست اس کے ساتھ لگی ہے جیسے ناپاک وگندا کپڑا، جوتا وغیرہ۔

پس پہلی صورت میں جب وہ گرنے والی چیز خود اپنی ذات میں نجس وپلید ہے اور اب مل نہیں پارہی کنویں کو اتنی مدت تک چھوڑ دیا جائے گا جتنی مدت میں عادتاً وہ ناپاک چیز گل کر مٹی ہوجائے (فقہاء کرام علیہم الرحمہ نے اس مدت کا اندازہ چھ مہینے لگایا ہے) کہ اتنے عرصہ تک اس کنویں کا پانی استعمال نہ کیا جائے اتنی مدت گزرنے کے بعد کنویں کا موجودہ سارا پانی نکال دیا جائے تو کنواں پاک ہوجائے گا۔

دوسری صورت میں جب کہ وہ گرنے والی نجس چیز اپنی ذات میں نجس نہیں اوپری نجاست کے ساتھ آلودہ تھی اور اب مل نہیں پارہی تو اس میں انتظار کی ضرورت نہیں بلکہ اسی وقت کنویں کا موجودہ سارا پانی نکال دینے سے کنواں پاک ہوجائے گا۔

پانی کی مقدار کے اعتبار سے کنویں کی اقسام

پانی کی کثرت وقلت کے اعتبار سے کنویں کی نمایاں قسمیں دو ہیں۔

(۱)...... چشمہ دار کنواں (۲)...... غیر چشمہ دار کنواں

چشمہ دار کنواں وہ ہے جس کا پانی ٹوٹ نہ سکتا ہو، جتنا پانی نکالتے جائیں ساتھ ساتھ ہی اسی قدر یا اس سے زیادہ پانی کنویں کے سوراخوں اور سوتوں سے مزید آتا جائے، اور غیر چشمہ دار کنواں وہ ہے جس کا پانی ٹوٹ سکتا ہو۔

دونوں قسم کے کنوؤں کا الگ الگ حکم

غیر چشمہ دار کنویں کا تو مختصراً یہ حکم ہے کہ سارا پانی نکالا جائے گا سارا پانی نکالنے سے مراد یہ ہے کہ پانی ٹوٹ جائے اتنا باقی رہ جائے کہ آدھا ڈھول بھی نہ بھر سکے تو اس حد پر پہنچ کر کنواں پاک ہوجائے گا اور کنواں پاک ہوتے ہی ڈول، رسی، چرخی، کنویں کا سارا اندرونی حصہ بھی خود بخود پاک ہوجائے گا۔ اس لئے کہ یہ سب چیزیں کنویں کے تابع ہیں جب کنویں پر شریعت نے پاکی کا حکم لگا دیا تو کنویں کے ضمن میں وہ حکم ان سب چیزوں پر لاگو ہوگا۔

چشمہ دار کنویں کے پاک کرنے کا حکم یہ ہے کہ پہلے دیکھ لیا جائے کہ پانی کے سوتے کنویں میں بند کئے جا سکتے ہیں یا نہیں اگر بند کئے جا سکتے ہوں تب تو یہ غیر چشمہ دار کی طرح ہوجائے گا کہ پانی کے سب سوراخ، سوتے بند کر کے سارا پانی نکال لیا جائے۔ اور اگر سوتے بند کرنا بس میں نہ ہو تو تب یہ کریں گے کہ سب سے پہلے پانی کا اندازہ لگائیں گے کہ اس وقت (یعنی نجاست گرنے کے بعد اور پانی نکالنے سے پہلے) کنویں میں کتنا پانی ہے۔ یہ اندازہ لگا کر پھر اس اندازہ کے بقدر پانی نکال ڈالیں گے تو کنواں پاک ہوجائے گا۔ اب اندازہ کس طرح لگایا جائے گا؟ اس کے حضرات فقہاء کرام علیہم الرحمہ نے کئی طریقے لکھے ہیں جن میں سے صرف دو یہاں لکھے جاتے ہیں کہ وہ نسبتاً آسان اور زیادہ قابل عمل ہیں۔

ایک یہ کہ دو دیندار نیکو کار مسلمان آدمی جو کنوؤں کے پانی کی مقدار وغیرہ پہچاننے، اندازہ کرنے میں مہارت اور تجربہ رکھتے ہوں ان سے کنویں کے پانی کا اندازہ کرایا جائے کہ کتنا پانی ہے وہ جتنا بتائیں (مثلاً ہزار ڈول) تو اتنا پانی نکال کر کنواں پاک ہوجائے گا۔

دوسرا طریقہ یہ ہے کہ کنویں کے پانی کی گہرائی، گیرائی کوئی رسی یا بانس وغیرہ لٹکا کر، کنویں کی تہہ تک پہنچا کر ناپ لی جائے پھر کچھ ڈول نکال کر دوبارہ اس بانس وغیرہ سے پیمائش کر کے دیکھ لیا جائے کہ اتنے

ڈول نکالنے سے کتنا پانی کم ہوا ہے یعنی پیمائش میں کتنی کمی آئی ہے تو پھر اسی تناسب سے مزید ڈول نکالے جائیں حتیٰ کہ پوری پیمائش کے بقدر پانی نکل آنے پر کنواں پاک ہو جائے گا۔

اس کی عملی صورت یوں بنے گی کہ مثلاً ہم نے ایک رسے کے ساتھ پتھر باندھ کر کنویں میں لٹکا کر تہہ تک پہنچا دیا۔ نکال کر اس کے گیلے حصے کی پیمائش کی تو پتہ چلا کہ ۱۲/ فٹ پانی کی گہرائی ہے۔

اب ہم نے پانی نکالنا شروع کیا مثلاً چالیس ڈول نکال کر دوبارہ رسی ڈال کر پیمائش کی تو پتہ چلا دس فٹ پانی رہ گیا اس سے اندازہ ہوا کہ اس کنویں کا ایک فٹ پانی بیس ڈول میں پورا نکلتا ہے تو بیس کو ۱۲/ سے ضرب دیکر نتیجہ ۲۴۰/ ڈول نکلتا ہے۔ لہٰذا دو سو چالیس ڈول نکالنے سے کنواں پاک ہو جائے گا۔ اور اندازہ لگانے کے بعد (کہ اس کنویں میں اتنا پانی ہے) یہ ضروری نہیں کہ وہ سارا پانی یکبارگی یعنی مسلسل نکالا جائے بلکہ وقفہ وقفہ سے بھی نکال سکتے ہیں مثلاً سو ڈول آج نکال لئے، سو کل نکال لئے تو اس میں کوئی حرج نہیں۔ بہرصورت اندازہ سے متعین کردہ ڈول نکالنے سے کنواں پاک ہو جائے گا۔ [۱]

روزمرہ زندگی سے متعلق طہارت ونجاست کے باب میں جن احکام ومسائل سے عموماً واسطہ پڑتا ہے بقدر کفایت ان کا بیان ہو چکا، اس پر یہ مضمون ختم کیا جاتا ہے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ ہمارے ظاہر و باطن کو پاک فرمائیں اور ہمارے قلب وقالب کو نورِ ایمان اور اعمالِ صالحہ سے مزین ومطہر فرمائیں۔ آمین

---

[۱] چشمہ دار کنویں کو خالی کرنے میں ایک روایت دو سو سے تین سو ڈول تک پانی نکالنے کی بھی ہے جو امام محمد علیہ الرحمہ سے مروی ہے۔ اور یہی قول عامۃ الناس میں زیادہ مشہور بھی ہے۔ لیکن فقہاء کرام علیہم الرحمہ کی بیان کردہ تفصیلات سے پتہ چلتا ہے کہ یہ قول اصولاً اس پہلی صورت پر ہی مبنی ہے جو اوپر مذکور ہوئی یعنی دیندار صاحب مہارت دو مسلمانوں سے پانی کا اندازہ لگوانا۔ کیونکہ امام محمد علیہ الرحمہ کے زمانے میں بغداد کے کنوؤں میں عموماً اتنا ہی پانی ہوتا تھا۔ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ عام اصول نہیں بلکہ خاص علاقہ، خاص زمانہ کے پس منظر میں ہے جبکہ اصول وہی ہے کہ جہاں واقعہ ہو وہاں کے صاحب تجربہ ومہارت دیندار مسلمانوں سے اندازہ کرایا جائے۔ یا پھر یہ پیمائش والی صورت اختیار کی جائے۔ فقط واللہ اعلم۔ امجد حسین۔

بسلسلہ اصلاحِ معاملہ (معیشت اور تقسیمِ دولت کا فطری اسلامی نظام: بائیسویں و آخری قسط) مفتی محمد امجد حسین

بیع صرف یعنی سونا چاندی و زیورات کے احکام

سونا چاندی کی باہم خرید وفروخت کو بیع صرف کہتے ہیں چنانچہ جس بازار میں سونا چاندی کا کاروبار ہوتا ہے اس کو اب تک صرافہ بازار ہی کہتے ہیں، سونا چاندی کے باہم خرید وفروخت کے احکام باقی چیزوں کی خرید و فروخت سے مختلف وممتاز اور ایک حد تک نازک و پیچیدہ ہیں۔ حضرات فقہاء کرام علیہم الرحمہ اسی اہمیت و نزاکت کے پیش نظر ان احکام کو مستقل الگ ابواب میں ذکر فرماتے ہیں۔

صرافہ انڈسٹری میں اب تو اتنی ورائٹی اور تنوع آ چکا ہے اور سونے چاندی کے زیورات بنانے، سنوارنے، بیچنے میں اتنے پہلو دار مراحل پیدا ہو چکے ہیں کہ ان سب معاملات کو سمجھنا، شرعی اصولوں کی روشنی میں ان کا جائزہ لینا اور پھر ان پر متعلقہ شرعی احکام لاگو کرنا اہل علم کے لئے پورا دردِ سر ہے۔ بعض محقق اہل علم کو اللہ تعالیٰ جزائے خیر عطا فرمائے انہوں نے اس شعبہ کے متعلق شرعی احکام منضبط کر کے اہل علم کی طرف سے فرض کفایہ ادا کیا۔ صرافہ انڈسٹری کے الجھے ہوئے، پیچیدہ نوع درنوع معاملات کو جانچا، پرکھا، سمجھا اور پھر ان کے جائز وناجائز صورتوں کی الگ الگ وضاحت وحد بندی کی۔ ڈاکٹر مفتی عبدالواحد صاحب دامت برکاتہم کا رسالہ ''سونا چاندی اور ان کے زیورات کے اسلامی احکام'' اسی سلسلہ کی کڑی ہے جو علمی وعوامی حلقوں میں پسند کی گئی اور ہاتھ در ہاتھ لی گئی۔ بعض دیگر اہل علم کی بھی اس میدان میں خدمات ہیں۔

چند سال پہلے حضرت اقدس سیدی مفتی محمد رضوان صاحب دامت برکاتہم (مدیر ادارہ غفران و ماہنامہ التبلیغ) نے راولپنڈی صرافہ بازار میں اپنے بعض احباب کے تعاون سے صرافوں کے لئے کچھ مذاکراتی و تربیتی مجالس منعقد کی تھیں کہ ان کے نوع درنوع رائج معاملات باہم مذاکرہ سے سامنے آئیں، پھر ان پر غور ہو اور ان میں سے جائز وناجائز صورتوں کی نشاندہی وتعیین ہو اور رائج ناجائز صورتوں میں کم وبیش تغیر حسب ضرورت کر کے جائز صورتیں تجویز ہوں تاکہ ہمارے صرافہ بازار کا پورا کاروبار بیع صرف کے اسلامی احکام کا عکاس وآئینہ دار ہو اور پھر یہ تجربہ باقی صرافہ انڈسٹری کے لئے ایک نمونہ بنے، یہ کام ایک حد تک ہوا چنانچہ ان مجالس کے نتیجہ میں منضبط ہونے والا علمی مواد اور مسودات آج بھی ریکارڈ میں محفوظ ہیں لیکن بیشتر صراف حضرات کی عدم دلچسپی کی وجہ سے یہ کام مزید آگے نہ بڑھ سکا، بہر حال اردو زبان میں

اہل علم حضرات نے اس موضوع پر شرعی رہنمائی کا فریضہ تحریری و کتابی شکل میں ادا کیا ہے جو بیعِ صرف کا کام کرنے والوں پر شرعی حجت ہے پھر بھی وہ ان معاملات میں شرعی اصولوں کی رعایت نہیں کرتے تو اس کی ذمہ داری کچھ انہی پر عائد ہوتی ہے۔قارئین کی بقدر ضرورت رہنمائی کے لئے ہم اس باب کے کچھ اہم اور بنیادی احکام یہاں ذکر کرتے ہیں جس سے کم از کم ان احکام کا ایک اجمالی خاکہ ذہن نشین ہوجائے گا اور ایک احساس پیدا ہوجائے گا کہ سونے چاندی کے لین دین میں پہلے اس خاص صورتِ معاملہ کے جائز ہونے کا اطمینان حاصل کرلینا چاہئے۔

(الف)......بیع میں جب دونوں طرف سونا یا دونوں طرف چاندی ہوتو اس بیع کے جائز ہونے کے لئے دو باتیں ضروری ہیں ایک یہ کہ دونوں طرف کا سونا یا دونوں طرف کی چاندی برابر سرابر ہو، دوسرے یہ کہ اسی مجلس میں جدا ہونے سے پہلے ہی دونوں طرف سے لین دین مکمل ہوجائے کچھ ادھار باقی نہ رہے۔ان میں سے کسی ایک بات کے بھی خلاف معاملہ کیا تو یہ معاملہ سودی ہوجائے گا خواہ دونوں طرف کا سونا چاندی کوالٹی میں بھی یکساں ہو یا نہ ہو یعنی ایک طرف کا سونا یا چاندی خالص ہے اور دوسری طرف کے سونے یا چاندی میں کسی قدر کھوٹ بھی ملا ہے تب بھی برابر ہونا ضروری ہے۔

(ب)......اگر دونوں طرف ایک ہی قسم کی چیز نہ ہو بلکہ ایک طرف سونا ہو دوسری طرف چاندی ہوتو اس صورت میں دونوں کا وزن میں برابر ہونا ضروری نہیں لیکن اسی مجلس میں لین دین مکمل ہوجانا کچھ ادھار باقی نہ چھوڑنا اب بھی ضروری ہے ورنہ معاملہ سودی ہوجائے گا۔

(ج)......سونے چاندی کا روپے پیسوں (یعنی رائج الوقت کرنسی) کے عوض ادھار خرید وفروخت جائز ہے لیکن بیع کے وقت ایک جانب سے قبضہ ضروری ہے (یعنی سونے یا چاندی کا زیور مثلاً ادھار خریدنا ہے تو قیمت وغیرہ طے ہوکر اسی مجلس میں زیور وصول کرلیا اور قیمت کی ادائیگی کے لئے بعد کی کوئی تاریخ مقرر کرلی تو صحیح ہے) اور اس صورت میں یہ ادھار قیمت ادا کرتے وقت خواہ سونے کا نرخ بڑھا ہو یا گھٹا ہو اتنی ہی قیمت ادا کی جائے گی جو معاملہ کرتے وقت طے ہوئی تھی موجودہ نرخ کے بڑھنے گھٹنے سے اس میں کمی زیادتی نہ کریں گے۔

آرڈر پر زیور تیار کرانا

زیور خریدنے والا زرگر کو زیور خریدنے کا آرڈر دیتا ہے اور اس کے لئے پیشگی پوری رقم یا مقررہ قیمت کا کچھ حصہ دیدیتا ہے اور زیورات کی وصولی کی تاریخ طے کرلیتے ہیں یا طے نہیں بھی کرتے تو اس طرح آرڈر پر

زیورات تیار کرانا جائز ہے۔

پرانے زیور کا نئے زیور سے تبادلہ کی صورت میں خرید وفروخت

صرافوں کے ہاں عام طور پر یہ رائج ہے کہ گاہک پرانا زیور (سادہ غیر جڑاؤ) دے کر نیا زیور خریدنا چاہتا ہے تو اس کی علیحدہ قیمت لگالی جاتی ہے اور نئے مال کی قیمت علیحدہ مقرر کی جاتی ہے اس میں جو فرق ہوتا ہے صرف اسی کا لین دین کرلیا جاتا ہے اور اس میں عموماً پرانے مال کا وزن زیادہ ہوتا ہے اور نئے مال کا کم۔ کیونکہ پرانے مال میں وہ صرف خالص سونا وزن میں شمار کرتے ہیں تو اس طرح یہ سونے کا سونے کے ساتھ تبادلہ ہے اور دونوں طرف وزن برابر نہیں لہٰذا یہ ناجائز ہے۔ اس کا جائز آسان طریقہ یہ ہے کہ دوکاندار گاہک سے روپوں میں اس کا پرانا زیور خریدلے اور گاہک کو قیمت ادا کردے اس کے بعد گاہک جو نیا زیور خریدے اس کی قیمت وہ ادا کرے اس کے لئے دوکاندار کو صرف اتنا اہتمام کرنا پڑے گا کہ اپنے پاس کیش کی کافی مقدار موجود رکھنی پڑے گی جو کہ کچھ مشکل کام نہیں۔

اگر زیور کا زیور سے ہی تبادلہ کرنا ہو تو جواز کے لئے مندرجہ ذیل شرائط ملحوظ رکھے:

اگر دونوں طرف کا زیور سادہ ہو (غیر جڑاؤ جس پر کام نہ ہوا ہو) اور دوکاندار کا زیور گاہک کے زیور کے ساتھ وزن میں برابر ہو یا اس سے وزن میں کم ہو اور دوکاندار تبادلے میں گاہک سے مزید کچھ رقم لینا چاہتا ہے تو اپنے زیور کے ساتھ کوئی چھوٹا موٹا آرٹیفیشل آئیٹم مثلاً کوکہ، بالیاں وغیرہ شامل کرلے تاکہ جتنا سونا ہے اس کے بدلے میں گاہک کا سونا ہوجائے اور گاہک کا اضافی سونا یا اضافی رقم اس آرٹیفیشل آئیٹم کا عوض بن جائے اور سود سے بچت ہوجائے اور اگر دونوں طرف کا یہ سادہ زیور جو ہے اس میں دکاندار کے زیور کا وزن گاہک کے زیور سے زیادہ ہے تب تو گاہک سے بغیر کسی حیلہ وتدبیر کے بھی زائد رقم لے سکتا ہے اس صورت میں سود کا شائبہ نہ ہوگا۔

اور اگر دونوں طرف کا زیور سادہ نہیں جڑاؤ ہے (کام اس پر ہوا ہے، نگ وغیرہ لگے ہیں) تو پھر ہر طرح سے تبادلہ جائز ہے خواہ گاہک کے زیور کا وزن زیادہ ہو یا اس سے اضافی پیسے بھی لئے جائیں کیونکہ یہاں دونوں طرف سونے کے ساتھ دوسری چیز بھی ہے (نگ وغیرہ) اس طرح ہر ایک کی طرف کا زائد سونا یا رقم دوسری طرف کے نگینوں، موتیوں وغیرہ کے بدلے میں ہوجائے گا۔

اس طرح اس تبادلے میں اور بھی صورتیں ہیں جو انہی صورتوں کی روشنی میں سمجھ میں آسکتی ہیں۔

دھوکہ کی ایک صورت

بعض دوکاندار زرگر سے ۱۸یا۲۰/ کیرٹ کا زیور بنواتے لیکن مہر اس پر ۲۲/ کیرٹ کی لگواتے ہیں تو ایسا کرنا صریح دھوکہ اور فراڈ ہے دوکاندار کا زرگر سے اس طرح مہر لگوانا اور زرگر کا دوکاندار کے مطالبے پر ایسا کرنا جائز نہیں دونوں گنہ گار اور مجرم بنیں گے۔ جتنے کیرٹ کا زیور ہے اس اعتبار سے مہر لگوانا ضروری ہے۔

سونا یا چاندی قرض لینا

بوقت ضرورت متعینہ مقدار میں سونا یا چاندی قرض لے لیا بعد میں مقررہ وقت پر اتنا ہی لوٹا لیا اس پر کوئی سود، منافع وغیرہ نہیں لیا تو سونے چاندی کا ایسا قرض جائز ہے۔

بطور تعارف سونا چاندی کی بیع کے یہ چند مسائل لکھ لئے، تفصیل کے لئے رسالہ ''سونا چاندی اور ان کے زیورات کے احکام'' ملاحظہ کرنا چاہئے۔ اسی پر اس قسط وار مضمون کو ختم کیا جاتا ہے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ دین کے باقی شعبوں کی طرح معاملات کے شعبے میں بھی ہمیں دین کے احکام کو سیکھنے، سمجھنے اور اس کے مطابق کاروبار ولین دین کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ وما علینا الا البلاغ

ختم شد

Idara Ghufran

بسلسلہ: آدابُ المعاشرت مفتی محمد رضوان

گھر میں داخل ہونے کے آداب

اللہ تعالیٰ نے ہر انسان کو جو رہنے کے لیے جگہ عطا فرائی ہے، خواہ وہ اس کی ملکیت ہو، یا وہ کرایہ وعاریت کی ہو؛ بہر حال وہ اس کا گھر اور اس کا مسکن ہے، اور رہائش گاہ ومسکن کی اصل غرض سکون وراحت ہے۔

چنانچہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

جَعَلَ لَكُمۡ مِّنۡۢ بُيُوۡتِكُمۡ سَكَنًا (سورہ نحل آیت نمبر ۸۰)

یعنی اللہ تعالیٰ نے تمہارے گھروں سے تمہیں سکون وراحت کا سامان فراہم کیا۔

اور یہ سکون ظاہر ہے کہ اسی وقت باقی رہ سکتا ہے، جب انسان دوسرے کی مداخلت کے بغیر اپنے گھر میں اپنی ضرورت کے مطابق آزادی سے کام وآرام کر سکے، اس کی آزادی میں خلل ڈالنے کو اسلام میں پسند نہیں کیا گیا، اور قرآن مجید نے اس پر تفصیل سے کلام کیا ہے، اور دوسرے کے گھر میں داخل ہونے کے لیے استئذان یعنی اجازت طلب کرنے کے احکام کو کھول کر بیان فرمایا ہے۔

(ا)...... گھر میں داخل ہوتے وقت استئذان کے احکام میں کئی حکمتیں ومصلحتیں ہیں، جن کا خلاصہ مندرجہ ذیل چار چیزیں ہیں:

(الف)......سب سے بڑی مصلحت وحکمت دوسرے کو ایذاء سے بچانا ہے، جس کا شریعت نے بہت اہتمام کیا ہے۔

(ب)...... دوسری مصلحت وحکمت جانے والے کے اعتبار سے ہے کہ وہ اگر اجازت لے کر مہذب انسان کی طرح ملے گا تو دوسرا اس کی بات قدر ومنزلت سے سُنے گا، اور اس کی کوئی ضرورت ہے تو اس کو پورا کرنے کا اس کے دل میں تقاضا پیدا ہوگا، اور بغیر اجازت طلب کیے جانے والے سے دوسرے کی طبیعت پر بوجھ پیدا ہوگا، اور طبیعت آنے والے کی قدر ومنزلت اور حاجت برآری کی طرف مائل نہیں ہوگی۔

(ج)...... تیسری مصلحت وحکمت بے حیائی وبے غیرتی کا سدِّ باب کرنا ہے، کیونکہ بغیر اجازت دوسرے کے گھر میں داخل ہونے میں اس چیز کا احتمال اور خدشہ ہے کہ کسی غیر محرم پر

Idara Ghufran

نظر پڑ جائے اور کوئی فتنہ لازم آ جائے۔

(د)......چوتھی مصلحت وحکمت یہ ہے کہ بعض اوقات انسان اپنے گھر کی تنہائی میں کوئی ایسا کام یابات کررہا ہوتا ہے، جس سے دوسروں کو آگاہ کرنا مناسب نہیں سمجھتا، اور بغیر اجازت دوسرے کے گھر میں داخل ہونے میں اس کا خدشہ ہے کہ جو کام یا بات ایک شخص دوسرے سے مخفی رکھنا چاہتا تھا، اس کا وہ راز افشاء ہو گیا، جس میں کئی خرابیاں ہیں (معارف القرآن عثمانی، جلد۶ بتغیر)

(۲)......قرآن مجید نے کسی کے گھر میں داخل ہوتے وقت یہ حکم دیا ہے:

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَدْخُلُوْا بُيُوْتًا غَيْرَ بُيُوْتِكُمْ حَتّٰى تَسْتَاْنِسُوْا وَتُسَلِّمُوْا عَلٰٓى اَهْلِهَا (سورہ نور آیت نمبر ۲۷)

ترجمہ: اے ایمان والو! تم اپنے گھر کے علاوہ کسی کے (بھی) گھر میں داخل مت ہو، جب تک کہ اجازت طلب نہ کرلو اور سلام نہ کرلو۔

اس اجازت طلب کرنے کو استئذان کہا جاتا ہے۔

اس سے معلوم ہوا کہ کسی دوسرے کے گھر میں داخل ہونے سے پہلے اجازت طلب کرنا واجب ہے، اور اس کی خلاف ورزی کرنا گناہ ہے (معارف القرآن بتغیر)

(۳)...... دوسرے کے گھر میں داخل ہونے والا خواہ مَرد ہو یا عورت اور محرم ہو یا غیر محرم؛ استئذان (اجازت طلب کرنے کا حکم سب کو عام ہے) چنانچہ عورت عورت کے پاس جائے یا مَرد مَرد کے پاس۔ ان سب صورتوں میں استئذان (اجازت طلب کرنے) کا حکم ہے (ایضاً)

(۴)...... جو لوگ ایک ساتھ اپنے اقارب اور محرموں کے ساتھ ایک گھر میں رہتے ہوں اور ان کا ہر وقت آنا جانا لگا رہتا ہو اور ان سے عورتوں کا پردہ بھی نہیں، مثلاً شوہر، والدین، اولاد وغیرہ، ایسے لوگوں کے لئے گھر میں داخل ہوتے وقت اگرچہ استئذان (اجازت طلب کرنا) واجب تو نہیں؛ مگر سنت اور مستحب یہ ہے کہ یہ لوگ بھی اچانک بغیر اطلاع کے داخل نہ ہوں، بلکہ داخل ہونے سے پہلے کم از کم کھانس کھنکار کر یا پاؤں کی آہٹ سے یا کسی بھی طرح باخبر کردیں (ایضاً صفحہ ۳۸۸ ص ۴۴۴)

(۵)......محرموں کے لئے ایک حکم تو گھر میں داخل ہونے سے پہلے اجازت طلب کرنے کا ہے، جس کا سنت ومستحب ہونا پیچھے گزر چکا ہے، لیکن گھر میں داخل ہو کر پھر یہ سب ایک گھر میں ایک دوسرے کے

سامنے رہتے ہیں، اور ایک دوسرے کے پاس آتے جاتے رہتے ہیں، ان کے لئے تین خاص اوقات میں جو انسان کے لئے خلوت وتنہائی میں رہنے کے اوقات ہیں، ایک اور استئذ ان کا قرآن مجید میں حکم آیا ہے، وہ تین اوقات صبح کی نماز سے پہلے، دوپہر کو آرام کرنے کے وقت اور عشاء کی نماز کے بعد کے اوقات ہیں، ان تین اوقات میں محرموں اور قریبی رشتہ داروں کو جن کا ایک دوسرے سے پردہ نہیں، یہاں تک کہ سمجھدار نابالغ بچوں کو بھی اس کا پابند کیا گیا ہے، کہ وہ ان تین اوقات میں کسی دوسرے کی خلوت گاہ میں بغیر اجازت کے نہ جائیں، کیونکہ تنہائی کے بعض اوقات میں انسان بے تکلف رہنا چاہتا ہے، بعض دفعہ زائد کپڑے بھی اتار دیتا ہے، کبھی زوجین آپس میں بے تکلف کلام یا کام میں مشغول ہوتے ہیں، ایسی حالت میں اچانک داخل ہونے سے کئی خرابیاں پیدا ہوسکتی ہیں (ایضاً صفحہ ۴۴۴ و ۴۴۵)

(۶)...... جب کسی گھر میں داخل ہوں تو استئذ ان (اجازت طلب کرنے) کے ساتھ ساتھ ایک کام سنت کے مطابق سلام کرنا بھی ہے (جس کا ذکر آیت میں پیچھے گزر چکا) اب رہا یہ کہ کسی گھر میں داخل ہونے والے کو پہلے اجازت طلب کرنی چاہیے، اور پھر سلام کرنا چاہیے، یا پہلے سلام کرنا چاہیے، اور اس کے بعد اجازت طلب کرنی چاہیے؛ تو اس سلسلہ میں اہلِ علم حضرات کی دونوں قسم کی آراء پائی جاتی ہیں۔ لیکن بہت سے حضرات نے احادیث کو پیشِ نظر رکھ کر راجح اس کو قرار دیا ہے کہ پہلے سنت کے مطابق سلام کیا جائے، اور یہ سلام دراصل اجازت طلب کرنے ہی کا ہے، سلام کرنے سے دوسرا آدمی متوجہ ہوجائے گا، اور پھر داخل ہونے کی دوسرے مناسب الفاظ میں اجازت طلب کرے، اور جب اجازت مل جائے تو ملاقات پر دوبارہ سلام کرے (ایضاً صفحہ ۳۸۹)

(۷)...... استئذ ان یعنی اجازت طلب کرتے وقت بہتر ہے کہ اجازت طلب کرنے والا خود اپنا نام لے کر اجازت طلب کرے، کیونکہ جب تک گھر والا اجازت لینے والے کو پہچان نہیں سکے گا، اُس سے پہلے اُسے جواب دینے میں تشویش اور دِقّت پیش آئے گی (ایضاً صفحہ ۳۸۹)

(۸)...... اجازت طلب کرنے کے بعد گھر والے کی طرف سے معلوم کرنے پر کہ کون ہے؟ جواب میں اپنا نام ظاہر کیے بغیر یہ کہہ دینا کہ "میں ہوں"؛ یہ طریقہ اسلامی آداب کے خلاف ہے، کیونکہ اس سے گھر والے کے سوال کا مقصد پورا نہیں ہوتا (ایضاً صفحہ ۳۹۰)

(۹)...... اجازت طلب کرنے اور دستک دینے کے بعد گھر والے کی طرف سے معلوم کرنے پر کہ کون صاحب ہیں؟ آنے والے کا خاموش کھڑا رہنا اور کوئی جواب نہ دینا، بدترین طریقہ ہے، اس سے اجازت طلب کرنے اور

دستک دینے کی حقیقی مصلحت ہی فوت ہوجاتی ہے؛اورگھر والےکوایذاءوتکلیف الگ ہوتی ہے(ایضاً صفحہ۳۹۰)

(۱۰)......احادیث وروایات سے معلوم ہوتا ہے کہ اگر گھر کے دروازے پر دستک دیدی جائے، اور ساتھ ہی اپنا نام بھی ظاہر کردیا جائے،تواجازت طلب کرنے کا یہ طریقہ بھی جائز ہے(ایضاً صفحہ۳۹۰)

(۱۱)......کُنڈی یا دروازہ وغیرہ بجاکر دستک دینے والے کے لیے اس چیز کا لحاظ ضروری ہے کہ درمیانے انداز سے دستک دے کہ گھر والے تک آواز چلی جائے،اوراس کوکسی قسم کی گھبراہٹ وتکلیف نہ ہو؛ لہٰذا اتنی اونچی آواز سے دستک دینا جس سے گھر والا گھبرا اُٹھے: یہ طریقہ غلط اور گناہ ہے(ایضاً صفحہ۳۹۰)

(۱۲)......استئذان یعنی اجازت طلب کرنے کے طریقے ہر زمانے اور ملک میں مختلف ہوسکتے ہیں، مثلاً ایک طریقہ اپنی زبان سے سلام اوراجازت طلب کرنے کا ہے؛ایک طریقہ دروازہ وغیرہ بجاکر دستک دینے کا ہے جبکہ اپنا نام بھی ظاہر کردیا جائے؛ اورایک طریقہ گھنٹی بجاکراپنا نام ظاہر کرنے کا ہے؛اورایک طریقہ بعض علاقوں میں دوسرے کے پاس اپنی شناخت کے لیے اپنے نام پتے وغیرہ کا کارڈ بھیج دینے کا رائج ہے؛حسبِ ضرورت ان میں سے کوئی طریقہ بھی اختیار کیا جاسکتا ہے۔

(۱۳)......اگر استئذان (اجازت طلب کرنے) والے کو اجازت طلب کرنے کے جواب میں گھر والے نے کہہ دیا کہ اس وقت ملاقات نہیں ہوسکتی،لوٹ جایئے!

تو اس سے بُرا نہیں ماننا چاہیے؛ کیونکہ ہر شخص کے حالات اور اُس کے تقاضے مختلف ہوتے ہیں،بعض اوقات گھر والےکو باہرآنے اور دوسرے کو اندر بُلانے میں کوئی عذر ہوتا ہے،اس لیے گھر والے کے عذر کو قبول کرنا چاہیے۔اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَاِنْ قِيْلَ لَكُمُ ارْجِعُوْا فَارْجِعُوْا هُوَ اَزْكٰى لَكُمْ (سورہ النور آیت نمبر ۲۸)

یعنی جب آپ سے کہا جائے کہ اس وقت لوٹ جائیں!تو آپ کوخوش دلی کے ساتھ لوٹ جانا چاہیے؛ لوٹ جانے کا حکم ملنے پر بُرا ماننا یا وہیں جَم کر بیٹھ جانا،دونوں چیزیں درست نہیں (ایضاً صفحہ۳۹۱)

(۱۴)......یہ حکم تو آنے والے کے لیے تھا،لیکن گھر والے کے لیے شریعت کی تعلیم یہ ہے کہ اگر کوئی عذر نہ ہوتو آنے والے سے بات یا ملاقات کرنی چاہیے(ایضاً صفحہ۳۹۱)

(۱۵)......اگر کسی کے دروازے پر استئذان (اجازت کوطلب) کیا،اوراندر سے کوئی جواب نہ آیا؛تو سنت یہ ہے کہ دوبارہ استئذان (اجازت کوطلب) کرے، اور پھر بھی جواب نہ آئے تو تیسری مرتبہ استئذان (اجازت کوطلب) کرے؛لیکن اگر تیسری مرتبہ بھی جواب نہ آئے تو پھر لوٹ جانے کا حکم ہے۔

اس کے بعد مسلسل دستک وغیرہ دیتے رہنا یا وہیں جم کر بیٹھ جانا درست نہیں، اس سے بچنا چاہیے؛ لیکن اگر کسی بزرگ وغیرہ کے دروازے پر دستک دیے اور اُن کو اطلاع کیے بغیر اس غرض سے بیٹھ جائے کہ جب اپنی فرصت کے مطابق باہر تشریف لائیں گے تو ملاقات ہوجائے گی، اس میں حرج نہیں (ایضاً صفحہ۳۹۱)

(۱۶)......بعض مخصوص ادارے جہاں داخلے کے لیے کچھ شرائط اور پابندیاں مقرر ہوں، وہاں اُن کی رعایت واجب ہے؛ مثلاً ریلوے اسٹیشن پر بغیر پلیٹ فارم کے داخلے کی اجازت نہیں، تو پلیٹ فارم حاصل کیے بغیر جانا گناہ ہے۔اسی طرح اگر کچھ دفاتر یا کمرے ایسے ہوں، جن میں منتظمین یا مریض وغیر ہوں، ان میں بھی اچانک بغیر اجازت کے داخل ہونا درست نہیں (ایضاً صفحہ۳۹۳)

(۱۷)......جس گھر مکان، دوکان یا مسجد وغیرہ میں کوئی موجود نہ ہو، اُس میں داخل ہوتے وقت اجازت طلب کرنا ضروری نہیں ہے۔ [۱]

البتہ ایسے مقام میں داخل ہوکر اس طرح سلام کرنا چاہئے ''**اَلسَّلَامُ عَلَيْنَا وَعَلٰی عِبَادِاللهِ الصَّالِحِيْنَ**'' ایسے شخص کے سلام کا جواب وہاں موجود فرشتے دیتے ہیں (شامی)

اور گزشتہ الفاظ کے ساتھ یہ الفاظ بھی اضافہ کرلے تو بہت اچھا ہے ''**اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ اَهْلَ الْبَيْتِ وَرَحْمَةُ اللهِ وَبَرَكَاتُهٗ**'' (الاذکار النووی)

(۱۹)......جب استئذان واجازت کے لئے کسی مکان کے دروازے پر کھڑے ہونا ہوتو دروازے سے کچھ ہٹ کر کھڑا ہونا چاہئے اور دروازے کے اندر جھانکنا بھی نہیں چاہئے، حدیث میں اس کی سخت ممانعت آئی ہے (معارف القرآن جلد۶ صفحہ۳۹۳)

(۲۰)......اگر کسی مکان میں اتفاقاً کوئی حادثہ مثلاً آگ لگنے یا مکان منہدم ہونے کا سانحہ پیش آجائے تو اس وقت دوسرے کی مدد کی غرض سے اندر جانے کے لئے اجازت حاصل کرنے کی ضرورت نہیں رہتی (ایضاً صفحہ۳۹۵)

(۲۱)...... جب کسی شخص کو دوسرے نے بلایا ہے تو اگر وہ بلانے والے قاصد کے ساتھ ہی آیا ہے، تو اس کو اندر داخل ہونے کے لئے خود سے اجازت لینے کی ضرورت نہیں، وہ بغیر اجازت لئے ہوئے قاصد کے ساتھ اندر داخل ہوسکتا ہے، ہاں اگر وہ قاصد کے بغیر آئے تو پھر اجازت طلب کرنے کی

---

[۱] أباح الله عدم الاستئذان فی کل بیت لا یسکنه أحد، فقال تعالیٰ: ''لیس علیکم جناح أن تدخلوا بیوتاً غیر مسکونة فیها متاع لک، والله یعلم ماتبدون وماتکتمون'' ذالک لأن العلة فی الاستئذان إنما هی لأجل خوف الاطّلاع علی المحرّمات، فإذا زالت العلة زال الحکم (الموسوعة الفقهیة، حرف الباء، لفظ البیت)

ضرورت ہوگی (ایضاً صفحہ ۳۹۵)

(۲۲)......حضرت ابو مالک اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جب آدمی اپنے گھر میں داخل ہو، تو گھر والوں کو سلام کرنے سے پہلے یہ دعا پڑھے:

اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ أَسْأَلُکَ خَیْرَ الْمَوْلَجِ وَخَیْرَ الْمَخْرَجِ بِسْمِ اللہِ وَلَجْنَا وَبِسْمِ اللہِ خَرَجْنَا وَعَلَی اللہِ رَبِّنَا تَوَکَّلْنَا.

ترجمہ: اے اللہ! میں آپ سے داخل ہونے اور نکلنے کی بھلائی کا سوال کرتا ہوں، اللہ کے نام سے ہم داخل ہوئے اور اللہ کے نام سے ہی ہم نکلے، اور اللہ ہی پر ہم نے بھروسہ کیا جو کہ ہمارا ربّ ہے (ترجمہ ختم) (ابوداؤد، حدیث نمبر ۴۴۳۲ واللفظ لہٗ؛ معجم کبیر طبرانی، حدیث نمبر ۳۳۷۴)

(۲۳)......گھر سے باہر نکلتے وقت حضور ﷺ سے کئی دعائیں پڑھنا منقول ہیں، جو بہت باعثِ برکت ہیں؛ گھر سے نکلتے وقت ان دعاؤں کو پڑھنا چاہیے۔ حضرت اُمِ سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب گھر سے باہر تشریف لیجاتے تو یہ دعا پڑھتے تھے:

بِسْمِ اللہِ تَوَکَّلْتُ عَلَی اللہِ اَللّٰھُمَّ اِنَّا نَعُوْذُبِکَ مِنْ أَنْ نَزِلَّ أَوْ نَضِلَّ أَوْ نَظْلِمَ أَوْ نُظْلَمَ أَوْ نَجْھَلَ أَوْ یُجْھَلَ عَلَیْنَا.

ترجمہ: اللہ کے نام سے میں اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کرتا ہوں؛ اے اللہ! ہم آپ کی پناہ مانگتے ہیں، اس بات سے کہ ہم لغزش کھائیں، یا گمراہ ہوجائیں، یا کسی پر ظلم کریں، یا ہم پر کوئی اور ظلم کرے، یا جہالت اختیار کریں یا ہمارے ساتھ جہالت اختیار کی جائے (ترجمہ ختم)

(ترمذی، حدیث نمبر ۳۳۴۹ واللفظ لہٗ؛ مسند احمد، حدیث نمبر ۲۵۴۰۰)

اور حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جس نے اپنے گھر سے نکلتے وقت یہ دعا پڑھی، تو اُس کو اللہ تعالیٰ کی جانب سے (فرشتے کے ذریعے) یہ کہا جاتا ہے کہ (اے اللہ کے بندے!) تیرے لیے (تیرے مقاصد کے لیے) کفایت ہوگئی، اور (بلاؤں اور دشمنوں کے شر) سے حفاظت ہوگئی اور (اس دعا کے پڑھنے والے سے) شیطان دُور ہوجاتا ہے، وہ دعا یہ ہے:

بِسْمِ اللہِ تَوَکَّلْتُ عَلَی اللہِ لاَ حَوْلَ وَلاَ قُوَّۃَ إِلَّا بِاللہِ.

ترجمہ: اللہ تعالیٰ کے نام سے میں اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کرتا ہوں، اللہ کے سوا کوئی طاقت وقوت نہیں دے سکتا (ترجمہ ختم) (ترمذی، حدیث نمبر ۳۳۴۸)

بسلسلہ : اصلاح وتزکیہ اصلاحی مجلس: حضرت نواب محمد عشرت علی خان قیصر صاحب

اولیاءاللہ کی صحبت اور اصلاحِ معاشرت کی ضرورت (دوسری وآخری قسط)

مؤرخہ ۱۵/ شعبان ۱۴۲۱ھ بمطابق ۱۲/ نومبر ۲۰۰۰ء بروز اتوار حضرت نواب عشرت علی خان قیصر صاحب دامت برکاتہم ادارہ غفران، راولپنڈی میں تشریف لائے اور اپنے ملفوظات وارشادات سے لوگوں کو مستفید فرمایا، جس کو مولانا محمد ناصر صاحب نے کیسٹ سے نقل کیا، اب حضرت مدیر صاحب دامت برکاتہم کی نظرِ ثانی کے بعد انہیں شائع کیا جارہا ہے (ادارہ......)

پندرہ شعبان کی فضیلت سے محروم لوگ

بہرحال جو حکمتوں کی اور معرفتوں کی باتیں ہیں، وہ تو بڑوں کے لیے ہیں، میرے منہ سے تو زیب ہی نہیں دیتا کہ حضرت کی موجودگی میں کچھ حِکم اور وعظ بیان کروں۔

میں تو عامۃُ المسلمین اور اپنے کو خطاب کرتے ہوئے اور اپنے معاشرے کے حالات کو دیکھتے ہوئے آج وہ چیزیں بیان کرتا ہوں جن کا تعلق آپس کے تعلقات اور علائق سے ہے۔

اب پندرہ شعبان کی گزشتہ رات وہ رات ہے جس میں بخشش کے لیے اور عام مغفرت کے لیے اللہ تعالیٰ کی طرف سے صدائے عام ہوتی ہے،، مگر کچھ لوگ ایسے ہوتے ہیں جو جب تک اپنی اُن معصیتوں اور رذائل سے توبہ نہ کرلیں، اُس وقت تک بخشش اور عام مغفرت سے محروم رکھے جاتے ہیں۔

بخشش اور عام مغفرت سے محروم لوگوں میں ایک طبقہ وہ ہے کہ جس کی اپنے اقرباء، اعزہ، والدین یا دوسرے تعلق داروں سے قطع رحمی ہو۔

ہمارے حضرت عارف باللہ ڈاکٹر عبدالحیؒ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی آخری شعبان میں رمضان سے پہلے جو اصلاحی مجالس ہوتی تھیں، اُن میں رمضان المبارک کے اعمال کے سلسلے میں بیان کیا کرتے تھے، کہ دیکھو! جیسے آج کل رشتہ داروں یا بہن بھائیوں میں بہت شکوے ہیں، زوجین کے تعلقات خراب ہیں، والدین کی نافرمانی ہے، اور ان رشتوں میں خوشگواری نہیں ہے، تو ایسے مستجابُ الدعوات اوقات کی بخشش سے قطع رحمی کرنے والے لوگ بھی محروم ہوں گے، اس لیے جن سے قطع رحمی کر رکھی ہے، اُن سے معافی مانگ لو۔

اسی طرح سے اگر اپنے باہمی تعلقات میں کوئی کشیدگی اور ناراضگی ہے، تو اگر ہم پندرہ شعبان کی رات کی

مغفرتوں اور برکتوں سے فائدہ اُٹھانا چاہتے ہیں، محروم نہیں ہونا چاہتے، تو اس کا طریقہ یہ ہے کہ ان سے معافی مانگ لیں، اگر بالمشافہ اور براہِ راست بات کرنے سے حجاب آتا ہے تو تحریری طور پر معافی مانگ لی جائے۔

ہمارے معاشرے میں قطع رحمی اور قطع تعلقی کے بہت سے واقعات ہیں۔

ایک صاحب جو شاید فوج میں میجر ہیں کل کی مجلس میں میرے پاس آئے تھے، اور انہوں نے اپنا مکان فروخت کیا تھا جس میں اُن کے بھائی اور بہن اور دوسروں کا بھی حصہ تھا، بھائی کی طرف سے زیادتی ہوئی، اور جو روپیہ اُس کی طرف نکلتا تھا وہ نہیں دیا، یا کچھ کمی کر دی۔

تو وہ میرے پاس آئے تھے اور کہنے لگے کہ اتنی رقم بھائی نے نہیں دی ہے اور اتنی باقی رہ گئی ہے، اور اب معاملات میں کشیدگی ہوگئی ہے، تو میں نے کہا کہ صاحب آج کی رات معافی کی رات ہے، دل پر جبر کرو، اور بھائی کو معاف کردو، یہ دنیا چند روزہ ہے، ہم بالکل غافل ہیں، تمہارے بھائی کو معاف کردینے سے دونوں کے دِلوں میں کشیدگی ختم ہوگی، آج کی رات دونوں بھائی دل صاف کرلو۔

اور آج کی رات کے لیے ایک دعا کو بطورِ خاص اختیار کرو، وہ دعا یہ ہے:

اَللّٰھُمَّ اِنَّکَ عَفُوٌّ تُحِبُّ الْعَفْوَ فَاعْفُ عَنِّیْ. [۱]

اس دعا میں پورے کے پورے الفاظ معافی کے ہیں، اور بھی ایسی دعائیں ہیں مثلاً:

اَللّٰھُمَّ عَافِنَا وَاعْفُ عَنَّا. [۲]

مطلب یہ ہے کہ اس رات سے پہلے بندوں کو مخلوق سے بھی معافی مانگ لینی چاہیے، اور پھر اپنے رب سے بھی معافی مانگنی چاہیے۔

ہمارے ایک بزرگ قرآن شریف کی آیت پڑھ کر فرمایا کرتے تھے کہ بھائی کا معاملہ تو ایسا ہے کہ قیامت کے دن سب سے پہلے بھائی بھائی سے بھاگے گا، جیسا کہ قرآن مجید میں ارشاد ہے:

یَوْمَ یَفِرُّ الْمَرْءُ مِنْ اَخِیْهِ وَاُمِّهٖ وَاَبِیْهِ (سورہ عبس آیت نمبر ۳۴ و ۳۵)

کہ اس دن آدمی اپنے بھائی سے اور اپنی ماں سے اور اپنے باپ سے بھاگے گا۔

تو قیامت اور حشر کا معاملہ تو ابھی نہیں آیا، لیکن دنیا میں بھی ایسا ہی ہوتا ہے کہ بھائی بھائی سے جھگڑتے ہیں،

---

[۱] ترجمہ: اے اللہ! بے شک آپ معاف کرنے والے ہیں، اور معاف کرنے کو پسند کرتے ہیں، پس مجھے معاف کردیجیے (ابنِ ماجہ، حدیث نمبر ۳۸۴۰)

[۲] ترجمہ: اے اللہ ہمیں عافیت عطا فرما، اور ہمارے سے درگزر فرما (مصنف ابن ابی شیبۃ، جزء ۷ صفحہ ۸۱))

اسی طرح اور بہت سے واقعات ہیں، زوجین کے معاملے میں لوگ شکوے شکایات لے کر آتے ہیں۔
جاپان سے مجھ سے اصلاحی تعلق رکھنے والے ایک صاحب کا خط آیا ہے انہوں نے لکھا کہ میں دورے پر گیا تھا، بیوی نے میری غیر موجودگی میں ٹی وی خرید لیا، اور اب میں منع کرتا ہوں تو زبان درازی کرتی ہیں، اب جھگڑا ہوتا ہے، تو اب کیا کروں؟ اس کا علاج بتائیں؟ اسی طرح ایک دیندار خاتون ہیں، وہ اپنے شوہر کو مکروہات اور منہیات سے منع ہونے کو کہتی ہیں لیکن شوہر صاحب نہیں مانتے ہیں، اس پر جھگڑا ہوتا ہے، کہیں بیوی شوہر کی نہیں مانتی، تو کہیں شوہر بیوی کی نہیں مانتے۔
اسی طرح ایک عورت کا شوہر بے نمازی تھا، اور بیوی بے چاری نماز پڑھتی تھی، اور تنگی اور افلاس کا وقت آ گیا، شوہر کا ذریعۂ معاش ایسا خاص نہیں تھا جس سے آمدنی ہو، اور افلاس اور رزق کی تنگی بڑی پیچیدگی کی چیز ہے، اس سے بہت ناچاقیاں ہوتی ہیں، تو جب وہ نماز نہیں پڑھتا تھا تو وہ خاتون اپنے شوہر سے کہتی تھی کہ تم نماز پڑھو اور اللہ سے مانگو، تم نماز پڑھتے نہیں ہو، تو اسی وجہ سے یہ پریشانیاں آ رہی ہیں، اس پر شوہر کہتے تھے کہ تو جو نماز پڑھتی ہے تو تجھے کیا مل جاتا ہے؟ استغفر اللہ، کتنے خطرناک الفاظ ہیں۔
تو یہ اختلافات ہمارے معاشرے میں عام ہیں، باہمی تعلقات میں نفس اور شیطان کو شرارت کرنے اور والدین کے ساتھ، بہن بھائیوں کے ساتھ، زوجین کے ساتھ لڑائیاں کرانے کا بڑا موقع ملتا ہے۔
یہ سارے مسائل معاشرت کے ہیں، جس کی طرف عام طور پر عام مسلمانوں کو توجہ نہیں، معرفت اور نکات کی باتیں اپنی جگہ ہیں، لیکن اس وقت اس بات کی زیادہ ضرورت ہے کہ پہلے ہم اپنے گھر کے اور معاشرہ کے حالات کو صحیح کریں، اُس کے لیے ہمارے اکابر نے تدابیر بتلائی ہیں، اور معاشرت کی اصلاح کرنا دین کا بڑا اہم جزو اور حصہ ہے، جس کی طرف عام طور پر توجہ نہیں ہے۔
حضرت والا حکیم الامت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی ایک کتاب ''آداب المعاشرت'' میں تفصیل سے اصلاحِ معاشرت کو تحریر کیا ہے، تو اس پر ہمیں عمل کرنا چاہیے۔

پانچ بڑے گناہ

حضرت شاہ مولانا ابرارُ الحق صاحب دامت برکاتہم اکثر فرمایا کرتے ہیں کہ بھائی یوں تو گناہوں اور معصیتوں کی بہت بڑی فہرست ہے لیکن اگر ہم لوگ ہمت کر کے کم سے کم پانچ گناہوں کو چھوڑ دیں تو ان شاء اللہ تعالیٰ ان پانچ بڑے گناہوں کو چھوڑنے کی برکت سے اللہ تعالیٰ باقی گناہوں سے بھی دل میں

نفرت ڈال دیں گے، وہ پانچ گناہ یہ ہیں:

نمبر ایک کبر، یعنی اپنے کو بڑا سمجھنا، اور دوسروں کو ذلیل سمجھنا، **نمبر دو** غیبت، **نمبر تین** نامحرم مردوں اور عورتوں کا باہمی اختلاط اور ملنا جلنا، اس مخلوط تعلیم اور مخلوط ملازمت نے ہمارے معاشرے کو تباہ کردیا ہے، **نمبر چار** غصہ، **نمبر پانچ** حرام غذاء۔

اسی طرح دنیا کی محبت اور دنیا کے کمانے میں ہم اتنے منہمک ہوگئے ہیں کہ اپنے انجام کو بھول گئے ہیں، اور یہ بڑی آفت ہے۔ بقول شاعر:

تجھ کو غافل فکرِ عقبیٰ کچھ نہیں کھا نہ دھوکہ، عیشِ دنیا کچھ نہیں

زندگی یہ چندروزہ کچھ نہیں کچھ نہیں اس کا بھروسہ کچھ نہیں

کرلے جو کرنا ہے آخرت موت ہے

دنیا کی ہوس اور حرص اور لالچ یہ بڑے ہی مہلک مرض ہیں، مہلکات میں سے ہیں، مثلاً جائیداد کا لالچ، بندہ پر حرص اور لالچ غالب آجاتی ہے اور وہ حلال یا حرام کمانے میں کوئی تمیز نہیں کرتا۔

دنیا کی محبت مذموم ہے

ایک واقعہ کتابوں میں لکھا ہے کہ ایک شخص میں بخل کا مادہ تھا، اور بخل کا رذیلہ تھا، زکاۃ اور واجب صدقات بھی نہیں دیتا تھا تو خیرات کیا کرتا، اُس شخص کا جن شیخ سے اصلاح کا تعلق تھا، اور جن کے پاس آنا جانا تھا، اُن سے اس شخص نے اپنے مرض کا ذکر کیا۔ اب سلوک اور تصوف میں یہ مسئلہ ہے کہ شیخ جو حکم دے اُس کو بے چون وچرا مانو اور اُس پر عمل کرو، جب ہاتھ میں ہاتھ دیا ہے، بیعت ہوئے ہو تو بیعت ہونا ایک معاہدہ ہے۔ حضرت حکیم الامت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے بقول یہ جانبین میں ایک معاہدہ ہے، جس میں مرید حکم کی تابعداری کرے گا اور مرشد اصلاح کرنے کی ذمہ داری میں کوئی کمی نہیں کرے گا، مرشد اور مرید دونوں میں یہ معاہدہ ہے۔ تو بہرحال شیخ نے کہا کہ بھائی تمہارے پاس اس وقت روپے ہیں؟ وہ سمجھا کہ شاید حضرت خود اپنے لیے مانگ رہے ہیں، انہوں نے کہا کہ جی حضرت موجود ہیں؛ شیخ نے کہا کہ کتنے ہیں؟ اُس زمانے میں چاندی کے سکے تھے تو بتایا کہ سو دوسو جتنے بھی تھے؛ شیخ نے کہا کہ ان کو خرچ کردو، عرض کی کہ بہت اچھا۔

شیخ نے پوچھا کہ کیسے خرچ کرو گے؟ تو کہا کہ غریب غرباء کو دیدوں گا؛ فرمایا کہ نہیں، تو مرید نے پوچھا کہ

پھر کیسے خرچ کروں؟ تو شیخ نے فرمایا کہ تم یہ رقم جو دریا بہہ رہا ہے اُس دریا میں ڈال دو۔ انہوں نے کہا کہ بہت اچھا۔ جب وہ مرید چلنے لگے تو پھر پوچھا کہ کیسے ڈالو گے؟ مرید نے کہا کہ دریا میں ڈالنے میں کیا مشکل ہے؟ ایسے ہی دریا کے کنارے میں چھوڑ دوں گا۔ تو شیخ نے فرمایا کہ نہیں، بلکہ روز ایک روپیہ ڈالو، اور سو دن تک یہ کام کرو، سو روپے ہیں، ایک ایک کرکے ڈالو، جس سے نفس پر روزانہ آرہ چلے گا، اس طرح سے شیخ نے اپنے مرید کے نفس کے اوپر آرا چلایا اور اُس میں جو مال سے محبت تھی، اور بخل کا رذیلہ تھا، اس کو نکال کر سخاوت کا ملکہ پیدا کرایا، اس طرح سے اور بھی بہت سے واقعات ہیں۔

تو مختصر عرض کرتا ہوں کہ یہ اصلاح بغیر صحبت کے اور بغیر کسی شیخ سے تعلق کے نہیں آسکتی، بہت سے ایسے واقعات ہیں جن کے بیان کرنے کا وقت نہیں ہے۔

کسبِ معاش کو عبادت کا ذریعہ بنانا

شریعت حلال کمانے سے منع نہیں کرتی، حلال کمانا عبادت ہے، خواجہ صاحب کا شعر ہے:

کسبِ دنیا تو کر ہوس کم رکھ   اس پہ پھر تو دین کو مقدم رکھ
دینے لگتا ہے پھر دھواں یہ چراغ   اس کی لَو کو ذرا مدہم رکھ

ہماری حالت تو یہ ہے کہ ہم دنیا کمانے میں اتنا منہمک ہو جاتے ہیں کہ اللہ کو بھول جاتے ہیں، آخرت کی فکر نہیں رہتی، اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَلْتَنْظُرْ نَفْسٌ مَّا قَدَّمَتْ لِغَدٍ. وَاتَّقُوا اللّٰهَ. اِنَّ اللّٰهَ خَبِیْرٌۢ بِمَا تَعْمَلُوْنَ (سورہ حشر آیت نمبر ۱۸)

اے مؤمنو! مؤمنو کو خطاب کر رہے ہیں، اللہ تعالیٰ سے ڈرو! حضرت والا کا ان آیات کا الہامی ترجمہ یہ ہے:

اے ایمان والو! اللہ سے ڈرتے رہو، اور ہر شخص دیکھ بھال لے کہ کل (قیامت) کے واسطے اُس نے کیا ذخیرہ بھیجا ہے، اور اللہ سے ڈرتے رہو، بے شک اللہ تعالیٰ کو تمہارے اعمال کی سب خبر ہے (ترجمہ از بیانُ القرآن)

عجیب بات ہے کہ دنیا میں مسافر اپنا زادِ راہ اور سفر کا سامان ساتھ لے کر جاتا ہے، جیسے یہاں سے لاہور یا کسی اور شہر یا ملک جانا ہو، تو اپنا پاسپورٹ اور دوسرے کاغذات بھی ساتھ ہوں گے اور دوسرا سامان بھی ساتھ ہوگا، لیکن آخرت کے سفر کے لیے پہلے سے پہنچانا ہوگا، جو ذخیرہ آخرت میں موجود ملے گا۔ قرآن مجید میں ہے:

وَمَا تُقَدِّمُوْا لِاَنْفُسِكُمْ مِّنْ خَيْرٍ تَجِدُوْهُ عِنْدَاللّٰهِ (سورہ المزمل آیت نمبر ۲۰)

کہ تم اپنی ذات کے لئے خیر کا کوئی کام آگے بھیجو گے تو اس کو اللہ کے پاس پالو گے۔

تو دنیا کمانے سے شریعت نے منع نہیں کیا، خواجہ عبید اللہ احرار رحمۃ اللہ علیہ کا طویل واقعہ کتابوں میں لکھا ہے کہ وہ تجارت کرتے تھے، اور بہت بڑا کاروبار تھا، مگر اللہ کی راہ میں بھی خرچ کرتے تھے، اور انفاق فی سبیل اللہ کرتے تھے۔ اسی زمانے میں ایک صاحب پہلی دفعہ حضرت خواجہ صاحب سے ملاقات کرنے کے لیے بغداد گئے، تو جب حضرت کے یہاں پہنچے تو کیا دیکھا کہ حضرت خواجہ کے حجرے میں مجلس ہو رہی تھی، اور باہر اطراف میں بڑی چہل پہل تھی، اور کاروباری ماحول تھا، اُنہوں نے دیکھا کہ یہاں تو دنیا ہی دنیا نظر آ رہی ہے، دُور سے یہ کاروبارِ دنیا کا رنگ دیکھ کر کہنے لگے کہ یہ تو دنیا ہے، یہ کیا بزرگ ہوں گے؟ اور یہ فارسی کا مصرعہ پڑھ کر واپس لوٹ گئے: ع

نہ مرد آنست کہ دنیا دوست دارد

مرد کا مطلب مردِ حق، یعنی اللہ والا، تو مطلب یہ تھا کہ وہ کیا اللہ والا ہوا جس نے دنیا کو دوست بنا رکھا ہے، اللہ کو دوست نہیں بنایا، وہ کیا اللہ والا ہوا؟

تو انہیں یہ دھوکہ ہوا، اور واپس چلے گئے، اب وہ صاحب رات کو خواب میں کیا دیکھتے ہیں؟ کہ میدانِ محشر قائم ہے، یعنی محشر کا میدان ہے، اور ان پر زندگی میں کسی بندے کا کچھ حق رہ گیا تھا، جو وہ ادا نہیں کر سکے تھے، حشر میں تو نفسا نفسی کا عالَم ہوگا، تو یہ اُس بندے کو وہاں نظر آ گئے اور اُس نے پکڑ لیا کہ لاؤ میرا حق!

یہ لکھا ہے کہ اگر کسی کا ایک پیسہ کا ناحق مال لیا ہے تو اس کے بدلے میں وہاں سات سو مقبول نمازیں کٹیں گی، وہاں بدلہ کرنسی سے نہیں ہوگا، بلکہ نیک اعمال سے ہوگا، سات سو مقبول نمازیں جائیں گی۔

تو اتنے میں وہ صاحب کیا دیکھتے ہیں کہ خواجہ صاحب آ رہے ہیں، جن کے ساتھ اُن کے خدام بھی ہیں، اور خواجہ صاحب آ کر جب دیکھتے ہیں کہ ایک بندے نے دوسرے کا گریبان پکڑ رکھا ہے اور اپنا حق مانگ رہا ہے، تو اُنہوں نے اُس شخص سے کہا کہ بھائی اس فقیر کو چھوڑ دے، کیوں پریشان کر رہا ہے، اُس نے کہا کہ جی دنیا میں اس شخص پر میرا اتنا مال اور حق تھا اس نے وہ ادا نہیں کیا تھا۔

اب یہ محشر ہے، یہاں مجھے ضرورت پڑے گی، تو مجھے نیکی چاہیے، اس لیے مجھے وہ حق ادا کرے۔

خواجہ صاحب نے ایک ذخیرہ کی طرف اشارہ کیا کہ جاؤ اس ذخیرہ میں سے جتنا تیرا حق نکلتا ہے، لے لو،

اور وہ ذخیرہ اور سرمایہ وہ نیکیاں تھیں جو انہوں نے اللہ کی راہ میں خرچ کر کے آخرت میں پہنچا دیا تھا۔ جس کے متعلق پہلے آیت تلاوت کی جا چکی، یعنی:

وَمَا تُقَدِّمُوْا لِاَنْفُسِكُمْ مِّنْ خَيْرٍ تَجِدُوْهُ عِنْدَاللّٰهِ هُوَ خَيْرًا وَّ اَعْظَمَ اَجْرًا (سورہ المزمل ۲۰)

وہ بہت بڑا اجر ہے۔ خیر یہ خواب تو ختم ہوا لیکن صبح کو اُن صاحب کو تنبیہ ہوئی، کہ مجھے غلط فہمی ہوئی۔

اب وہ صاحب حضرت خواجہ عبید اللہ احرار کی خدمت میں گئے اور وہاں پہنچے تو خواجہ صاحب صاحبِ کشف وکرامت ہستی کو مکشوف ہو چکا تھا، اب انہوں نے کہا کہ حضرت معاف کیجیے، مجھ سے غلطی ہوگئی، تو کہنے لگے کہ تمہارے سے جو غلطی ہوئی، وہ ٹھیک ہے، کوئی بات نہیں، لیکن تم جب ملاقات کرنے پہلی دفعہ آئے تھے اور تم نے جو وہ مصرعہ پڑھا تھا، تو لطف کے لیے ذرا پھر سُنا دو، ہم تمہاری زبان سے سُننا چاہتے ہیں:

انہوں نے سُنایا کہ: نہ مرد آنست کہ دنیا دوست دارد

اس پر خواجہ صاحب نے فرمایا: کہ اس میں دوسرا مصرعہ بھی لگاؤ:

اگر دارد برائے دوست دارد

مطلب یہ ہے کہ اگر دنیا کو دوست رکھے تو حقیقی دوست یعنی اللہ تعالیٰ کے لئے رکھے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اس کی توفیق عطا فرمائے۔ **و آخر دعوانا ان الحمد للہ رب العلمین**

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى سَيِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى آلِ سَيِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَّ بَارِكْ وَسَلِّمْ.

اللہ تعالیٰ اس ادارے کو ظاہری اور باطنی ترقی دیجئے، نواز دیجئے، ہم سب اصلاح کے محتاج ہیں اللہ تعالیٰ ہمیں سب کو اصلاح کی توفیق عطا فرما دے، ہمیں ہمارے گھر والوں کو، اہل وعیال کو، خواتین کو، سب سے ضروری چیز تو یہ ہے کہ جو بندوں کے حقوق ہیں یا اللہ اُن کے حقوق کی ادائیگی کرا دیجیے، اور ہمارے حضرت آئے ہوئے ہیں، اتنا سفر کیا ہے، تھکان میں، یہ وہ حضرات ہیں جن کی زیارت بھی بخشش کا باعث ہے، یہ میں نے اپنے بڑوں سے سُنا ہے، اللہ تعالیٰ ان کو صحت عطا فرمائے، عافیت عطا فرمائے، تندرستی عطا فرمائے، اور جو سالکین ہیں یا ذاکرین ہیں، ہم سب کو اللہ تعالیٰ یہ توفیق عطا فرمائے، اپنی محبت اور اپنے نبی ﷺ کی اطاعت اور محبت اور سنت کی اتباع عطا فرمائے، وَصَلَّى اللّٰهُ عَلَى النَّبِيِّ الْاُمِّيِّ.

بسلسلہ : اصلاحُ العلماء والمدارس مفتی محمد رضوان

تحریر وکتابت کی ضرورت واہمیت

حضرت حکیم الامت تھانوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

مولوی حبیب احمد صاحب کیرانوی مدرسہ امداد العلوم تھانہ بھون میں طالب علموں کو پڑھانے کے لئے آئے تھے، مگر اب میں نے ان کو درس کے کام سے نکال کر تصنیف کے کام میں لگا دیا ہے، اس کی آج کل سخت ضرورت ہے۔

مدرس تو بہت ہیں، مصنف بھی ہونے چاہئیں، یہ کام اگر علماء اپنے ہاتھ میں لے لیں تو غیر علماء کو ہمت نہ ہو، اور نہ کوئی ان کی تصانیف کے سامنے ان کی قدر کرے۔

میرا ارادہ اس شعبہ کو مستقل کر دینے کا ہے، اس کی آج کل سخت ضرورت ہے (حسن العزیز ج ۴ ص ۱۶۲ - ماخوذ از ''آدابِ تقریر وتصنیف'' ص ۱۹۵، ترتیب: مولانا مفتی محمد زید صاحب، مطبوعہ: تالیفاتِ اشرفیہ ملتان)

ایک مقام پر فرماتے ہیں:

تصنیف کا کام بھی بہت مشکل کام ہے، جو کام کرتا ہے وہی جانتا ہے کہ کیا مشکلات پڑتی ہیں، آج کل جو اکثر تصنیفات ہیں کہ مصنفین برساتی مینڈک کی طرح اُمڈ پڑتے ہیں، اس وقت ان کا ذکر نہیں، ان کا تو یہ قصہ ہے کہ ایک پہلو لے لیا اور رسالہ لکھ مارا، چاہے آگے پھر کچھ بھی ہوا کرے۔

ذکر ان مصنفین کا ہے جو محقق ہیں جن کے سامنے ہر پہلو ہے اور ہر جزئی اور کلی پر ان کی نظر ہے اور اس حالت میں پھر تصنیف کرتے ہیں، ان کی حالت تصنیف کے وقت ایسی ہوتی ہے جیسے جان کنی کے وقت ہوتی ہے (الافاضات الیومیہ، ہفتم نمبر۲ ص ۳۶۲ - ماخوذ از ''آدابِ تقریر وتصنیف'' ص ۱۹۶)

حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمہ اللہ تفسیر معارفُ القرآن میں تحریر فرماتے ہیں:

علمائے سلف وخلف نے ہمیشہ تعلیمِ خط وکتابت کا بڑا اہتمام کیا ہے، جس پر ان کی تصانیف کے عظیمُ الشان ذخائر آج تک شاہد ہیں۔

افسوس ہے کہ ہمارے اس دور میں علماء وطلباء نے اس اہم ضرورت کو ایسا نظر انداز کیا ہے کہ سینکڑوں میں دو چار آدمی مشکل سے تحریرِ کتابت کے جاننے والے نکلتے ہیں، فالی اللہ المشتکیٰ

(معارف القرآن ج۸ص ۷۸۶،سورۃ العلق)

حضرت مفتی اعظم رحمہ اللہ نے بالکل درست فرمایا کہ خط وکتابت کی تعلیم وتربیت کا علمائے سلف وخلف کا یہاں بہت اہتمام تھا،اوراسی وجہ سے ان کے قلم سے تصنیف شدہ عظیم الشان ذخائر آج تک موجود ہیں۔

لیکن اس زمانے کے علماء وطلبہ میں اس ضرورت سے بہت غفلت پائی جاتی ہے،اوراگرکچھ حضرات اس ضرورت کو پورا کرنے والے بھی ہیں تو ان میں بھی اکثر وہ ہیں جو دینی مدارس اور علمی ماحول کے انداز سے تو مانوس ہیں، عوامی انداز سے وہ بھی محروم ہیں،جس کا نتیجہ یہ ہے کہ عوام کا بڑا طبقہ علماء کے کام سے مستفید نہیں ہورہا۔

اوراس کے مقابلہ میں تحریروکتابت کا میدان خالص دنیادار لوگوں کے ہاتھوں میں کٹ پتلی کا کھیل بن کر رہ گیا ہے، چنانچہ اخبارات میں شائع ہونے والے مضامین اکثر وبیشتر دنیادار لوگوں کے ہوتے ہیں، یہی لوگ دینی رنگ کے مضامین اپنے قلم سے تحریر کرتے ہیں،مطلوبہ دینی تعلیم نہ ہونے کے باعث قدم قدم پر غلطیاں کرتے ہیں، جوکہ عوام کے دین کی تباہی وبربادی کا بھی باعث بنتا ہے۔

ہمارے یہاں بڑے بڑے دینی ادارے اور جامعات ہیں،جن میں سے بعض اداروں سے کچھ رسائل وجرائد بھی شائع ہوتے ہیں،لیکن ان اداروں کے اندر بڑی بڑی علمی شخصیات موجود ہونے کے باوجود بہت سے مضامین دوسرے ایسے لوگوں کے ہوتے ہیں جوٹھوس دین کا علم نہیں رکھتے ،اوروہ مضامین عوام کی دینی ضروریات کے پورا کرنے کے لئے کافی نہیں ہوتے ، بلکہ بعض مضامین غیرتحقیقی بھی ہوتے ہیں۔

اس کی ایک وجہ بھی وہی ہے جوحضرت مفتی اعظم رحمہ اللہ نے بیان کی کہ:

> علماء وطلباء نے تحریر اور خط وکتابت کی ضرورت کواس دور میں ایسا نظرانداز کیا ہے کہ سینکڑوں میں دوچار آدمی مشکل سے تحریرِ کتابت کے جاننے والے نکلتے ہیں،فالی اللہ المشتکی۔

پس ضرورت اس بات کی ہے کہ دینی مدارس میں علماء وطلبہ تحریراور خط وکتابت کی ضرورت کوسہل زبان میں انجام دینے کی طرف توجہ کریں، اوراس فن کی مشق وتربیت حاصل کرنے کرانے کا اہتمام کریں، تاکہ بقول حضرت حکیم الامت رحمہ اللہ:

> یہ کام اگرعلماء اپنے ہاتھ میں لے لیں تو غیر علماء کو ہمت نہ ہو،اور نہ کوئی ان کی تصانیف کے سامنے ان کی قدر کرے۔

اس سے ان شاءاللہ تعالیٰ عوامی دنیاپر بہت اچھے اور مفید اثرات مرتب ہونگے۔

علم کے مینار

مولانا محمد امجد حسین

مسلمانوں کے علمی کارناموں وکاوشوں پر مشتمل سلسلہ

سرگذشت عہدِ گُل (قسط ۱۱)

(سوانح حضرتِ اقدس مفتی محمد رضوان صاحب دامت برکاتہم)

مضمون کا درجِ ذیل حصہ مفتی صاحب موصوف کا خودنوشتہ ہے

حضرت والا کا شمائلِ ترمذی کا آغاز اور بخاری شریف کا ختم کرانا

مدرسہ مفتاح العلوم میں میرے زمانۂ طالب علمی میں مسیح الامت حضرت مولانا محمد مسیح اللہ خانصاحب جلال آبادی رحمہ اللہ دورہ حدیث کے سال میں امام ترمذی رحمہ اللہ کی شمائلِ ترمذی کے اسباق کی ابتداء کرایا کرتے تھے اور بخاری شریف کی آخری حدیث کا سبق پڑھا کر بخاری شریف کا ختم بھی فرمایا کرتے تھے، شمائلِ ترمذی کے آغاز پر تو بیرونی حضرات کی شرکت کوئی خاص نہیں ہوا کرتی تھی، البتہ مدرسہ کے کچھ اساتذہ اور کچھ حضرت والا کے مریدین اور خانقاہ میں مقیم حضرات شریک ہوا کرتے تھے، لیکن بخاری شریف کے اختتام پر قصبہ اور اس کے اطراف کے علاوہ دور دراز کے لوگوں کی بہت بڑی تعداد حاضر ہوا کرتی تھی، اور مدرسہ کے قرب وجوار میں خصوصاً اور قصبہ بھر میں عموماً لوگوں کا ایک میلہ سا محسوس ہوا کرتا تھا۔

حالانکہ مدرسہ کی طرف سے تحریری وتقریری طور پر ختم بخاری کا کوئی اعلان واشتہار نہیں ہوا کرتا تھا، اور نہ ہی طلبۂ کرام کی طرف سے آجکل کے مروجہ تحریری دعوت ناموں کا کوئی اہتمام ہوتا تھا بلکہ اکثر و بیشتر تو ختمِ بخاری کی تاریخ بھی قریب آنے پر ہی متعین کی جاتی تھی، لیکن ان سب چیزوں کے باوجود اس موقعہ پر لوگوں کا اتنا ہجوم اور رجوع ہوتا تھا کہ ہماری سمجھ سے بالاتر تھا کہ لوگوں کا یہ سیلاب کہاں کہاں سے اُمڈ کر آ رہا ہے۔

ختم بخاری شریف کی نشست کا آغاز عموماً صبح آٹھ بجے ہوا کرتا تھا اور ظہر سے پہلے تک یہ نشست جاری رہتی تھی، مگر اس تقریب میں آج کل کی طرح حضرت مسیح الامت کے علاوہ کسی دوسرے کا شروع یا آخر میں بیان نہیں ہوتا تھا، نہ ہی کوئی نظم ونعت وغیرہ پڑھی جاتی تھی، اور دعا بھی حضرت والا خود ہی فرمایا کرتے تھے اور بخاری شریف کی آخری حدیث کی تشریح وتفصیل کے ساتھ طلبۂ کرام کو جامع نصائح کے سوا آج کل کی

طرح کی رسمی دائیں بائیں اور ادھر اُدھر کی باتیں نہیں ہوتی تھیں، جیسا کہ آجکل بہت سی جگہ مروجہ سیاست تک کے موضوع کو بھی ختمِ بخاری کا حصہ بنایا جاتا ہے۔

اس کے علاوہ حضرت والا کی ایک خصوصیت یہ تھی کہ اس پوری مجلس میں آپ ایک ہی نشست پر جو کہ عموماً دوزانو یعنی تشہد کی حالت میں ہوا کرتی تھی تشریف فرما ہوا کرتے تھے، اور مسلسل تین چار گھنٹے اور کبھی اس سے بھی زیادہ جاری رہنے کے باوجود نشست میں کوئی تبدیلی نہیں آتی تھی۔

اگرچہ نشست کی تبدیلی فی نفسہٖ کوئی گناہ کا کام نہیں ہے، مگر اس سے حضرت والا کی یکسوئی اور حدیثِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں انہماک اور ادب کا اندازہ ہوتا ہے۔

ختمِ بخاری کی یہ تقریب عموماً رجب کے مہینہ کے اواخر میں منعقد ہوتی تھی۔

ختمِ بخاری کے وقت حضرت والا دارُالحدیث میں تشریف فرما ہوا کرتے تھے اور موسم گرم ہونے کی صورت میں دارالحدیث کے وسیع چبوترے پر تشریف فرما ہوا کرتے تھے، اور آپ کے دائیں بائیں اور سامنے طلبۂ کرام کی قطار ہوا کرتی تھی، اور آپ کے دائیں بائیں کچھ پیچھے ہٹ کر مدرسہ کے اساتذۂ کرام تشریف فرما ہوا کرتے تھے، اور چبوترے سے نیچے مدرسہ کے وسیع وعریض صحن اور میدان میں پنڈال کے نیچے عوام کا مجمع ہوتا تھا۔

اس کے علاوہ درسگاہوں اور صحن کے ساتھ چاروں اطراف میں واقع برآمدوں اور رہائشی کمروں میں بلکہ درسگاہوں اور کمروں وبرآمدوں کی چھتوں پر بھی عوام کی بڑی تعداد جگہ نہ ہونے کے باعث چڑھی ہوتی تھی۔ اور مختلف اشیاء فروخت کرنے والے مدرسہ کے اطراف میں جمع رہتے تھے۔

حضرت رحمہ اللہ کی ختمِ بخاری کا اتنا چرچا تھا کہ قرب وجوار کے بہت سے حضرات کو بہت پہلے اس کی جستجو رہتی تھی اور بڑے اہتمام کے ساتھ وہ ختم بخاری کی تقریب میں شرکت کرتے تھے۔

مگر اس کے باوجود ختمِ بخاری تمام مروجہ رسوم ورواج اور اسراف وغیرہ سے محفوظ ومامون تھی۔ اور اسی وجہ سے اس میں برکت اور نورانیت تھی جو ہر شریک کو محسوس ہوا کرتی تھی۔

اور ایک آجکل کی عام رواجی ختم بخاری کی تقاریب ہیں کہ نہ جانے کیا کیا رسمیں ان میں داخل ہوگئی ہیں اور ختم بخاری کی اصل روح کمزور پڑ چکی ہے، جس کی وجہ سے نہ وہ برکت ہے اور نہ وہ نورانیت ہے، اِلّا ماشاءاللہ۔

بروز جمعہ مجلسِ عام

حضرت مسیح الامت رحمہ اللہ کے یہاں بروز جمعہ نمازِ جمعہ کے بعد ایک مجلسِ عام کا اہتمام ہوتا تھا، جن میں عوام کی بہت بڑی تعداد شریک ہوا کرتی تھی، اور خواتین کی شرکت کا بھی باپردہ طریقہ پر انتظام ہوتا تھا، حضرت مسیح الامت رحمہ اللہ عام طور پر حضرت حکیم الامت رحمہ اللہ کے مواعظ وملفوظات سنا کران کی روشنی میں اپنے ارشادات بیان فرمایا کرتے تھے، لوگوں کی تعداد کے زیادہ ہونے کی وجہ سے لاؤڈ اسپیکر کا انتظام بھی ہوتا تھا، حضرت کے مجلس خانہ کے باہر صحن میں اور خواتین کے لیے گھروں میں اسپیکر لگے ہوتے تھے، یہ مجلس جمعہ کے بعد شروع ہو کر عصر کے قریب تک جاری رہتی تھی۔

جب حضرت والا جمعہ کی نماز پڑھ کر واپس مجلس گاہ تشریف لاتے تو پہلے کچھ دیر کے لیے لاؤڈ اسپیکر پر کیسٹ سے تلاوت لگادی جاتی تھی، عام طور پر قاری عبدالباسط صاحب مرحوم کی قراءت کی کیسٹ لگائی جایا کرتی تھی، جب لوگ جمعہ کے بعد کے معمولات وغیرہ سے فارغ ہو کر تشریف لے آتے تھے، اور کچھ سکون ہو جاتا تھا، پھر حضرت والا سامنے تپائی پر رکھی ہوئی کتاب کو ٹیبل لیمپ کا بٹن چلا کر سنانا شروع کرتے تھے لاؤڈ اسپیکر کو چلانے اور اس کی آواز کو قابو میں رکھنے کے انتظامات آخر وقت میں ایک عرصہ تک بندہ کے ذمہ بھی رہے۔ (جاری ہے............)

﴿بقیہ متعلقہ صفحہ ۱۸ ''تاریخی معلومات''﴾

آپ بہت سی کتابوں کے مصنف ہیں (سیر اعلام النبلاء ج۱۵ ص۵۵۸، طبقات الحفاظ ج۱ ص۷۲. تذکرۃ الحفاظ ج۲ ص۸۹۰)

□......**ماہِ شعبان ۳۴۶ھ**: میں حضرت ابومحمد حسن بن محمد بن اسحاق بن ازہر الاسفرایینی رحمہ اللہ کی وفات ہوئی، آپ ابونعیم رحمہ اللہ کے والد تھے (سیر اعلام النبلاء ج۱۶ ص۵۰)

□......**ماہِ شعبان ۳۴۶ھ**: میں حضرت ابوالحسن اسحاق بن احمد بن محمد بن ابراہیم الکاذی رحمہ اللہ کی وفات ہوئی (طبقات الحنابلۃ ج۱ ص۲۱۹)

□......**ماہِ شعبان ۳۴۹ھ**: میں حضرت ابوعبداللہ محمد بن عبداللہ بن عمرویہ بغدادی الصفار رحمہ اللہ کا انتقال ہوا، آپ ابنِ علم کے نام سے مشہور تھے (سیر اعلام النبلاء ج۱۵ ص۵۴۴، العبر فی خبر من غبر ج۱ ص۱۴۳)

□......**ماہِ شعبان ۳۵۰ھ**: میں حضرت ابوسہل احمد بن محمد بن عبداللہ بن زیاد بن عباد القطان البغدادی رحمہ اللہ کی وفات ہوئی، آپ کی ولادت ۲۵۹ھ میں ہوئی (سیر اعلام النبلاء ج۱۵ ص۵۲۲)

تذکرۂ اولیاء   امتیاز احمد

اولیاء کرام اور سلف صالحین کے نصیحت آموز واقعات و حالات اور ہدایات و تعلیمات کا سلسلہ

حضرت خواجہ نظام الدین سلطان الاولیاء رحمہ اللہ (قسط ا)

نام ونسب

اسم گرامی محمد ہے اور متعدد القابات سے یاد کئے جاتے ہیں، جس میں نظام الدین، محبوب الٰہی، سلطان الاولیاء، سلطان المشائخ، سلطان السلاطین، زیادہ مشہور ہیں۔

ابتدائی حالات

حضرت نظام الدین رحمہ اللہ کا خاندان بخارا سے ہجرت کر کے لاہور آیا، پھر وہاں سے بدایوں میں قیام پذیر ہوا آپ کا خاندان سادات کا مشہور خاندان تھا آپ کے والد ماجد کا اسم گرامی سیّد احمد اور دادا کا نام سیّد علی تھا، سلسلۂ نسب پندرہ واسطوں سے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مل جاتا ہے، ماہِ صفر المفظر ۶۳۴ھ میں شہر بدایوں میں آپ کی ولادت باسعادت ہوئی۔

تعلیم وتربیت

حضرت نظام الدین رحمہ اللہ کی عمر ابھی پانچ سال کی تھی کہ والد محترم کا سایہ سر سے اٹھ گیا، اس لئے فرزند عزیز کی ساری ذمہ داری آپ کی والدہ ماجدہ سیّدہ زلیخا کے سر آن پڑی

سیّدہ زلیخا بڑی عابدہ زاہدہ خاتون تھیں، والدہ ماجدہ نے قرآن کریم پڑھنے کے لئے مکتب میں بٹھا دیا، چونکہ حافظہ نہایت قوی تھا اور ذہن سلیم تھا، اس لئے تھوڑے ہی عرصہ میں قرآن کریم تمام حفظ کر لیا اور عربی کی ابتدائی تعلیم شروع کر دی اور وہ بھی عرصۂ قلیل میں مکمل کر لی، فقہ کی کتاب قدوری بدایوں کے مشہور عالم مولانا علاؤالدین اصولی سے ختم کرنے کے سلسلہ میں آپ کی والدہ محترمہ نے شہر کے علماء اور مشائخ کو جمع کر کے اپنے ہاتھ سے بنے ہوئے سُوت کا عمامہ بطورِ دستارِ فضیلت سر پر باندھا، اور اس موقع پر کسی صاحبِ حال بزرگ نے پیشین گوئی کی کہ ''اس لڑکے کا سر کسی انسان کے آگے نہیں جھکے گا'' چنانچہ اس پیشین گوئی کے مطابق کسی بڑے سے بڑے مالدار کی مالداری اور صاحبِ سلطنت کی زور آوری اس

مردِ قلندر کو مرعوب نہ کرسکی

مزید تعلیم کیلئے والدہ محترمہ کے ساتھ دہلی تشریف لائے اور وہاں کے مشہور عالم دین مولانا کمال الدین اور مولانا شمس الدین زاہد سے علوم ظاہری کی تکمیل فرمائی، یہ دونوں حضرات اپنے زمانہ کے مشہور علماء میں شمار ہوتے تھے اور سلطان بلبن ان کے علم وکمال سے بے حد متأثر تھا اور ان کی قدر دانی کیا کرتا تھا۔

چند سال کے عرصہ میں علومِ ظاہری سے فراغت وفضیلت حاصل کرلی اور اس میں بھی کمال حاصل کیا، علومِ ظاہری کی تکمیل کے بعد علومِ باطنی کی طرف متوجہ ہوئے، اسی لئے آپ کی خانقاہ دونوں علوم کا منبع ومرکز تھی

باطن کی طرف توجہ

اس زمانے میں حضرت گنج شکر رحمہ اللہ کی ہر طرف شہرت تھی جب آپ، حضرت گنج شکر رحمہ اللہ کے احوال سے مطلع ہوئے تو ملاقات کا شوق دل میں پیدا ہوا، ایک رات شہر کی جامع مسجد میں ٹھہرے ہوئے تھے صبح کے وقت مؤذن نے منارہ پر چڑھ کر یہ آیت پڑھی:

اَلَمۡ یَاۡنِ لِلَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡۤا اَنۡ تَخۡشَعَ قُلُوۡبُھُمۡ لِذِکۡرِ اللّٰہِ (سورہ حدید ۱۶)

ترجمہ: کیا اب بھی وقت نہیں آیا ایمان والوں کے دل اللہ کے ذکر پر اس کی خشیت سے جُھک جائیں۔

یہ آیت سن کر آپ پر عجیب کیفیت طاری ہوگئی دل کانپنے لگا آنکھوں سے آنسوؤں کی جھڑی لگ گئی نہایت ذوق وشوق سے نماز پڑھی اور نماز کے بعد حضرت فریدالدین گنج شکر رحمہ اللہ کی زیارت کے لئے اٹھ کھڑے ہوئے اور شدّتِ شوق میں برابر پیدل چلتے رہے اور اسی حالتِ اشتیاق میں پاک پتن پہنچے، ہر چند چاہا کہ اپنے اشتیاق اور اخلاص کا حال ظاہر کروں، حضرت گنج شکر رحمہ اللہ کی ایسی دہشت ہوئی کہ کچھ عرض نہ کرسکے، حضرت گنج شکر رحمہ اللہ نے دیکھتے ہی یہ شعر پڑھا ؎

اے آتشِ فرقت دلہا کباب کردہ   سیلاب اشتیاقت جانہا خراب کردہ

ترجمہ: اے وہ شخص کہ تیرے فراق کی آگ نے دل کو مثلِ کباب بھون دیا، تیرے دیدارِ شوق کے سیلاب نے میرا خانہ خراب کردیا (ترجمہ ختم)

اور اسی وقت اپنے سر سے چارتر کی ٹوپی (چار کناروں والی) اُتار کر مرید کے سر پر رکھ دی، حضرت نظام الدین رحمہ اللہ اپنے شیخ کی صحبت میں تعلیم وتربیت پاتے رہے یہاں تک کہ چند ہی دنوں میں غیر معمولی ریاضت ومجاہدہ کی بناء پر راہِ سلوک ومعرفت میں کمال حاصل کرلیا۔ ﴿بقیہ صفحہ ۶۶ پر ملاحظہ فرمائیں﴾

پیارے بچو! حافظ محمد ناصر

ضدی اور اچھے بچے

پیارے بچو! دنیا میں جتنے بھی لوگ ہیں، سب کی اپنی اپنی خواہشات اور شوق ہوتے ہیں۔
بڑی عمر کے لوگ ہوں، یا جوان لڑکے یا پھر چھوٹی عمر کے بچے، سب یہی چاہتے ہیں کہ اُن کی ساری خواہشات اور شوق پورے ہونے چاہئیں۔
لیکن تم نے کبھی یہ سوچا ہے کہ کیا ہماری ہر خواہش اور شوق اچھا ہوتا ہے اور کیا ہر خواہش کا پورا ہونا ضروری ہے؟
تو یاد رکھو کہ ہمارے اور تمہارے دل میں جتنے بھی شوق اور خواہشات پیدا ہوتی ہیں، وہ شوق یا تو اچھی چیز کا ہوتا ہے، یا پھر کسی بُری چیز کا، اور یا پھر ایسی چیز کا شوق ہوتا ہے جو نہ اچھی ہو اور نہ بُری بلکہ فضول چیز کا شوق ہو۔

بچو! اب تم یہ بات سمجھ گئے ہوگے کہ ہمارے دل میں جو شوق اور خواہشات پیدا ہوتی ہیں، وہ تین طرح کی ہوتی ہیں، ایک اچھی خواہشات جن کے پورا ہونے سے کوئی فائدہ ہوتا ہے، دوسری بُری خواہشات جن کے پورا کرنے سے نقصان ہوتا ہے، اور تیسری وہ خواہشات جن کے پورا کرنے سے نہ فائدہ ہوتا ہے اور نہ نقصان، بلکہ وہ فضول کی خواہشات ہوتی ہیں۔
بچو تم نے کچھ ایسے لڑکوں کو دیکھا ہوگا، یا تمہارے دوستوں میں بھی کچھ ایسے لڑکے ہو سکتے ہیں، جو ذرا ذرا سی بات پر لڑتے جھگڑتے ہیں، اور اُن کے دل میں کوئی بات آجائے، تو جب تک ان کی وہ بات پوری نہ ہو، اُن کی ضد ختم نہیں ہوتی۔ اسی طرح کے کچھ لڑکوں کو پیسے جمع کر کے گولیاں ٹافیاں، چیونگم، ٹافی، جیلی وغیرہ جیسی چیزیں خریدنے اور کھانے کا شوق ہوتا ہے۔
اور کسی کو گڈی اُڑانے، بسنت منانے اور پتنگ بازی کرنے کا اور کسی کو ٹی وی، دیکھنے یا کارٹون دیکھنے کا شوق ہوتا ہے، اور کسی کو ویڈیو گیم کھیلنے کا شوق ہوتا ہے؛ اسی طرح کچھ لڑکوں کو کرکٹ وغیرہ کھیلنے یا کوئی دوسرا کھیل کھیلنے کا شوق ہوتا ہے، تو کچھ لڑکوں کو سائیکل خریدنے اور سائیکل چلانے کا اور اس طرح کی مختلف چیزوں کے دوسرے شوق ہوتے ہیں۔

اسی طرح بچیوں اور لڑکیوں کے بھی اپنے اپنے شوق ہوتے ہیں، کسی کو نئے نئے کپڑے لینے کا اور کسی کو نئی جوتیاں لینے کا اور کسی کو میک اَپ کرنے، بال بنانے اور بننے سنورنے کا شوق ہوتا ہے۔

بعض بچوں کی عادت ہوتی ہے کہ وہ اپنے شوق کو پورا کرنے میں جنون کی حد تک بڑھ جاتے ہیں، اور اپنے شوق پورا کرنے کے لیے اپنی جان تک بھی دے دیتے ہیں؛ ایسے بچوں کی زندگی بڑی مصیبتوں میں گزرتی ہے، وہ یہ چاہتے ہیں کہ اُن کا ہر شوق اور ہر خواہش پوری ہونی چاہیے، جب ان کی کوئی خواہش پوری نہیں ہوتی تو وہ لڑتے جھگڑتے ہیں، بہن بھائیوں پر غصہ کرتے ہیں اور ماں باپ کی گستاخیاں کرتے ہیں، جس سے اُن کا اپنا نقصان ہوتا ہے، لڑنے جھگڑنے اور غصہ کرنے سے صحت خراب ہوتی ہے، اور فائدہ ہونے کے بجائے اُلٹا نقصان ہی ہوتا ہے، اور اس نقصان کے ہونے کی وجہ یہ ہوتی ہے کہ وہ یہ سمجھ لیتے ہیں کہ ہمارا ہر شوق اور ہر خواہش پوری ہونی چاہیے۔

حالانکہ یہ ضروری نہیں کہ ہر شوق اور ہر خواہش ہی پوری ہو، پھر لڑنے جھگڑنے اور پریشان ہونے کا کیا فائدہ؟

بلکہ جب تمہیں کسی چیز کا شوق ہو تو یہ سوچ لیا کرو کہ اگر وہ شوق پورا نہ ہوا تو کیا نقصان ہوگا؟ اور اگر وہ شوق پورا ہو گیا تو کیا فائدہ ہوگا؟

جب تم یہ سوچو گے تو پھر تمہیں سکون اور اطمینان حاصل ہوگا، اور پریشانی کی نوبت کم آئے گی۔

بچو! شاید تم نے کچھ ایسا چھے بچے بھی دیکھے ہوں جو اپنی خواہشات اور شوق کے پورا ہونے کے لیے ضد نہیں کرتے، بلکہ اطمینان اور سکون کے ساتھ رہتے ہیں، ایسے بچوں سے ہر ایک محبت کرتا ہے، اور ایسے بچے اچھے بچے سمجھے جاتے ہیں، اور وہ اپنی زندگی میں پریشان نہیں ہوتے، جو ملتا ہے اُس پر صبر وشکر کرتے ہیں، اور جو نہیں ملتا اُس سے پریشان نہیں ہوتے۔

نقشہ اوقاتِ نماز، سحر وافطار

(برائے راولپنڈی شہر وضلع اسلام آباد)

مسجدوں، مدرسوں، دفتروں اور گھروں کے لئے یکساں مفید

ملنے کا پتہ: کتب خانہ ادارہ غفران، چاہ سلطان، راولپنڈی۔ فون: 051-5507270

بزمِ خواتین مفتی ابوشعیب

خواتین سے متعلق بنیادی شرعی احکام اور اصلاحی مضامین کا سلسلہ

خواتین کے لباس کے شرعی احکام (پانچویں و آخری قسط)

لباس کے مزید چند اصول

معزز خواتین! لباس سے متعلق چند مزید اصولی باتیں ملاحظہ ہوں:

(الف)......لباس ایسا پہننا چاہئے جو شرم و حیاء، غیرت و شرافت اور جسم کی ستر پوشی اور حفاظت کے تقاضوں کو پورا کرے، اور اسلامی تہذیب وسلیقہ اور زینت و جمال کو اپنے اندر لئے ہوئے ہو۔

(ب)......جس لباس سے تکبر و غرور کا اظہار ہوتا ہو اس سے پرہیز کرنا چاہئے کیونکہ یہ بات طے شدہ ہے کہ لباس کا انسان کے اخلاق اور اس کے دین و عمل پر گہرا اثر پڑتا ہے (بحوالہ ''حسنِ معاشرت'' مرتبہ: حضرت مفتی محمد رضوان صاحب زید مجدہم)

چنانچہ اپنی بڑائی اور شان و شوکت کے اظہار کے ارادے سے کوئی خاتون بڑھیا اور عالی شان لباس پہنے یا اس طرح کا لباس پہن کر اتراتی پھرے اور دل میں یہ چاہے کہ خواتین اس کے لباس کو دیکھیں اور اس کو مالدار اور بڑے اونچے خاندان کی عورت سمجھیں یا اس سے اس لباس کی قیمت پوچھیں اور وہ نخرے سے بتائے کہ اتنا مہنگا ہے اور شیخی بگھارے کہ فلاں (مہنگی اور عالی شان) مارکیٹ سے خریدا ہے وغیرہ وغیرہ۔ تو اس طرح کے لباس یا اس طرح کے انداز سے دل میں تکبر پیدا ہو جاتا ہے اور اگر پہلے سے تکبر ہے تو اس میں اضافہ ہو جاتا ہے۔ اور تکبر اُمُّ الامراض ہے کئی روحانی بیماریاں اس سے جنم لیتی ہیں اس لئے نہ تو متکبرانہ لباس پہننا چاہئے اور نہ ہی متکبرانہ اور فخریہ انداز اختیار کرنا چاہئے بلکہ سادگی اور تواضع اختیار کرنی چاہئے۔ ایک حدیث شریف میں ارشاد ہے:

عَنْ مُعَاذِ بْنِ اَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ تَرَكَ اللِّبَاسَ تَوَاضُعًا لِلّٰهِ وَهُوَ يَقْدِرُ عَلَيْهِ دَعَاهُ اللّٰهُ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ عَلٰى رُؤُوْسِ الْخَلَائِقِ حَتّٰى يُخَيِّرَهُ مِنْ اَيِّ حُلَلِ الْاِيْمَانِ يَلْبَسُهَا رَوَاهُ التِّرْمِذِی

حضرت معاذ بن انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

جو بندہ (یا بندی) بڑھیا لباس کی استطاعت کے باوجود از راہِ تواضع و خاکساری اس کو

Idara Ghufran

استعمال نہ کرے (اور سادہ و معمولی لباس ہی پہنے) تو اللہ تعالیٰ اس کو قیامت کے دن ساری مخلوقات کے سامنے بلا کر اختیار دے گا کہ وہ ایمان کے جوڑوں میں سے جو جوڑا بھی پسند کرے اس کو زیبِ تن کر لے (یعنی پہن لے) (جامع ترمذی)

تشریح: یہ بشارت ان بندوں کے لئے ہے جن کو اللہ تعالیٰ نے اتنی دولت دی ہے کہ وہ بہت بڑھیا اور بیش قیمت لباس بھی استعمال کر سکتے ہیں لیکن وہ اس مبارک جذبے کے تحت بڑھیا لباس نہیں پہنتے کہ اس کی وجہ سے دوسرے بندوں پر میرا تفوق (فوقیت) اور میری بڑائی ظاہر ہو گی اور شاید کسی غریب و نادار بندے کا دل ٹوٹے۔ بلاشبہ بہت ہی مبارک اور پاکیزہ ہے یہ جذبہ۔ اس حدیث میں فرمایا گیا ہے کہ جو بندے اس جذبے کے تحت ایسا کریں گے قیامت کے دن اللہ تعالیٰ اہلِ محشر کے سامنے انہیں اس انعام و اکرام سے نوازے گا کہ اہلِ ایمان جنتیوں کے لئے جو اعلیٰ سے اعلیٰ جوڑے وہاں موجود ہوں گے فرمایا جائے گا کہ ان میں سے جو جوڑا چاہو لے لو اور استعمال کرو (ماخوذ از معارف الحدیث ج۶ ص۳۰۱و۳۰۲)

ایک اشکال اور اس کا جواب

اگر کسی کے ذہن میں یہ خلجان پیدا ہو کہ بعض احادیث میں مال و دولت اور استطاعت کی صورت میں اچھا لباس پہننے کی ہدایت فرمائی گئی ہے اور اس حدیث میں قدرت و استطاعت کے باوجود اچھا لباس نہ پہننے پر عظیم انعام و اکرام کی بشارت سنائی گئی ہے جس سے بظاہر دونوں حدیثوں کے مفہوم میں تعارض کا شبہ ہوتا ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ دراصل ان دونوں باتوں میں کوئی تضاد نہیں اس لئے کہ دونوں حدیثوں کا محل الگ الگ ہے چنانچہ جن احادیث میں مالی استطاعت ہونے کی صورت میں اچھا لباس پہننے کی ہدایت فرمائی گئی ہے اُن احادیث میں مخاطب وہ لوگ ہیں جو اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی مالی وسعت کے باوجود محض بخل و کنجوسی سے یا طبیعت کے لااُبالی پن کی وجہ سے پھٹے حال رہیں گویا کہ انہیں کپڑے نصیب ہی نہیں ہیں ایسے لوگوں کے لئے فرمایا گیا ہے کہ جب کسی بندے پر اللہ کا فضل ہو (یعنی اسے اللہ تعالیٰ نے مالی وسعت عطا فرمائی ہو) تو اس کے رہن سہن اور اس کے لباس میں اس کا اثر محسوس ہونا چاہئے۔

اور جن احادیث میں قدرت و استطاعت کے باوجود سادہ لباس پہننے کی ترغیب ارشاد ہے ان میں مخاطب دراصل وہ لوگ ہیں جو لباس کی بہتری کو زیادہ اہمیت دیتے ہیں اور اس کے بارے میں بہت زیادہ اہتمام اور تکلف سے کام لیتے ہیں گویا آدمی کی قدر و قیمت کا وہی معیار اور پیمانہ ہے۔

اصلاح وتربیت کا طریقہ یہی ہے کہ جو لوگ افراط اور غلو کے مریض ہوں اُن سے اُن کے حال کے مطابق اور جو تفریط کی بیماری میں مبتلا ہوں ان سے ان کے حسبِ حال بات کی جائے۔ جو شخص مخاطبین کے اس فرق کو ملحوظ نہیں رکھے گا اسے بسا اوقات مصلحین کی ہدایات اور نصائح میں تضاد محسوس ہوگا (از معارف الحدیث ج ۶)

(ج)......لباس اپنی حیثیت اور وسعت کے مطابق پہننا چاہئے۔ اپنی حیثیت سے نیچے گر کر اس میں بخل کا مظاہرہ کرنا درست نہیں چنانچہ مالدار شخص (مرد یا عورت) کو اتنا گھٹیا لباس نہیں پہننا چاہئے جس سے دیکھنے والے اس کو غریب و مفلس سمجھیں۔ اسی طرح اپنی مالی حیثیت سے آگے بڑھ کر (قیمتی) لباس پر پیسہ خرچ کرنا اور اس کے نتیجہ میں اپنے آپ کو پریشانی میں ڈالنا یا دوسرے ضروری حقوق کو فوت کرنا درست نہیں (بحوالہ ''حسنِ معاشرت'' مرتبہ: حضرت مفتی محمد رضوان صاحب زید مجدہم)

بعض خواتین کو نت نئے قیمتی اور شاندار لباس پہننے کا ایسا چسکا لگا ہوا ہے کہ وہ اپنے والد یا شوہر کی مالی استطاعت نہ ہونے کے باوجود اپنے من بھاتے مہنگے مہنگے لباس خرید کرانہیں قرض لینے یا حرام پیسہ (سود، رشوت، جوا) وغیرہ کمانے پر مجبور کر دیتی ہیں۔ آجکل کی اس شدید مہنگائی کے دور میں جہاں کھانے پینے کے لالے پڑے ہوئے ہیں وہاں کپڑوں کی مارکیٹوں میں رش کم نہ ہونا اس کا واضح ثبوت ہے۔

البتہ مالدار اور صاحبِ حیثیت خاتون کو گھٹیا اور کم قیمت لباس نہیں پہننا چاہئے اپنی حیثیت کے مطابق قیمتی اور عمدہ لباس پہننا چاہئے مگر نیت اور غرض دکھاوے اور بڑائی کی نہ ہو بلکہ حق تعالیٰ کی نعمت کے اظہار اور شکر کا ارادہ ہونا چاہئے۔

(د)......حضور اکرم ﷺ اور صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم سے پیوند لگا ہوا لباس پہننا ثابت ہے اس لئے بوقتِ ضرورت پیوند لگا ہوا لباس پہننا ثواب سے خالی نہیں البتہ بلا ضرورت اس کو اختیار کرنے سے اس لئے پرہیز کرنا چاہئے کہ آجکل یہ لوگوں کی توجہ کا باعث اور اس کی وجہ سے عجب و کبر اور ریا و نمود کا خدشہ ہے (بحوالہ ''حسنِ معاشرت'')

جب لباس استعمال کیا جاتا ہے تو وہ گھس جانے یا کسی چیز سے اُلجھ جانے کی وجہ سے بعض اوقات پھٹ بھی جاتا ہے اس بارے میں شرعی ہدایت یہ ہے کہ اس کو پیوند لگا لینا چاہئے جو حضور ﷺ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی سنت ہے۔ ذرا سا کسی جگہ سے پھٹ جانے پر لباس کو اتار کر رکھ دینا اور استعمال نہ کرنا یا یونہی پھٹا ہوا پہنے رکھنا درست نہیں کیونکہ پہلی صورت میں اسراف اور ناشکری کا گناہ ہے اور دوسری صورت تہذیب و سلیقہ کے خلاف ہے۔ جبکہ پیوند لگا لینا میانہ روی اور کفایت شعاری ہے۔

(ہ)...... میلے کچیلے اور پسینے سے آلودہ کپڑے پہنے رکھنا شریعت کی تعلیم کے بھی خلاف ہے۔ اورطبی اعتبار سے تندرستی کے لئے بھی مضر ہے نیز شادی شدہ عورت کے لئے اس کے شوہر کے دل میں نفرت پیدا ہوجانے کا بھی باعث ہے اس لئے میلے کچیلے اور پسینہ سے آلودہ کپڑے پہنے رکھنے سے پرہیز ضروری ہے۔حسبِ ضرورت بدن اور لباس کی صفائی کا خیال رکھنا ضروری ہے۔

(و)...... کپڑے پسینہ اور بارش سے بھیگے ہوئے ہوں تو بلاعذر ان کو زیادہ دیر تک جسم پر پہنے ہوئے رکھنا جسم کے لئے (طبی اعتبار سے) مضر ہوجاتا ہے چنانچہ زیادہ دیر تک گیلے کپڑے پہنے رکھنے سے بخار اور نزلہ وزکام کا اندیشہ ہوتا ہے اور اپنی صحت کا خیال رکھنا بھی شرعاً ضروری ہے۔

(ز)...... جب نیا لباس تیار کریں اور پرانے لباس کو پہننے کی ضرورت نہ رہے تو اس کو دوسرے ضرورت مندوں کو دے دینا چاہئے یا پھر گھر کی دوسری ضروریات میں استعمال کرلینا چاہئے،اس کو ویسے ہی پھینک دینا اور ضائع کردینا اللہ تعالیٰ کی نعمت کی ناقدری ہے (بحوالہ "حسنِ معاشرت" مرتبہ: حضرت مفتی محمد رضوان صاحب زیدمجدہم)

جوتے

جوتے بھی ایک طرح سے لباس کا حصہ ہیں کیونکہ یہ جسم کے ایک مخصوص حصہ (پاؤں) کی حفاظت کا کام دیتے ہیں اس لئے عام حالات میں پاؤں میں جوتے بھی استعمال کرنے چاہئیں جوتوں کے بغیر چلنے پھرنے سے بعض اوقات ناپاکی یا گندگی پاؤں کو لگ جاتی ہے اور بعض اوقات کوئی کانٹا وغیرہ لگ جاتا ہے یا کوئی زہریلا جانور کاٹ لیتا ہے۔جوتوں کو بھی لباس کی طرح پاک اور صاف رکھنے کی کوشش کرنی چاہئے کیونکہ جسم پر پاک صاف لباس کا ہونا اپنی ذات میں بھی اچھا عمل ہے اور بعض اوقات ان کو پہن کر بعض ایسے اعمال انجام دینے کی ضرورت پیش آجاتی ہے جن کیلئے ان کا پاک ہونا ضروری ہے مثلاً جوتے پہنے ہوئے ہونے کی حالت میں جنازہ کی نماز پڑھنا (بحوالہ "حسنِ معاشرت" مرتبہ: حضرت مفتی محمد رضوان صاحب زیدمجدہم)

خواتین کو اپنے استعمال کیلئے زنانہ طرز کے ایسے جوتوں کا انتخاب کرنا چاہئے جو سادہ، خوبصورت اور آرام دہ ہوں۔لباس کی طرح مردانہ طرز کے جوتے پہننا بھی خواتین کے لئے منع ہیں چنانچہ ایک حدیث پاک میں ارشاد ہے کہ:

عَائِشَةَ قِيلَ لَهَا هَلْ تَلْبَسُ الْمَرْأَةُ النَعْلَ؟ فَقَالَتْ قَدْ لَعَنَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الرَّجُلَةَ مِنَ النِّسَاءِ (جمع الفوائد كتاب اللباس والزينة آداب اللباس وهيئة ج۲ ص ۸۰۱)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا گیا! کیا عورت (مردانہ) جوتے پہن سکتی ہے؟ توانہوں نے جواب دیا۔ رسول اللہ ﷺ نے ان عورتوں پر لعنت فرمائی ہے جو (لباس اور جوتوں میں) مردانہ روش (اور طرز) اختیار کرتی ہیں'' (بحوالہ زیب وزینت کے شرعی احکام ص ۱۲۵ مؤلفہ مفتی ضیاء الرحمن صاحب)

اسی طرح ایسے جوتے پہننا بھی خواتین کے لئے منع ہے جن کے پہننے سے فاسق وفاجر یا غیر مسلم خواتین سے مشابہت ہوتی ہو، خصوصاً دیندار خواتین کو ایسے انداز سے بہت پرہیز کرنا چاہئے۔ مثلاً اونچی ایڑی والے سینڈل وغیرہ پہننا کہ اس میں فاسق خواتین کے ساتھ مشابہت کے علاوہ اجنبی مردوں کو متوجہ کرنے کا بھی باعث ہیں۔ نیز اس میں بعض طبی نقصانات بھی ہیں۔

بعض خواتین جوتوں کے انتخاب میں حد سے زیادہ تکلف اور کاوش کرتی ہیں۔ مارکیٹوں کی مارکیٹیں پھرجاتی ہیں مگر انہیں کوئی جوتا ہی پسند نہیں آتا۔ یہ بھی حدود سے تجاوز اور غلو ہے جو شرعاً ناپسندیدہ عمل ہے۔ معمولی تلاش کے بعد حسبِ ضرورت موسم کے مطابق خوبصورت جوتے کا انتخاب کرلینا چاہئے۔

جوتا ایسا منتخب کرنا چاہئے جو موزے پہن کر بھی بآسانی استعمال کیا جاسکے۔

جوتا ضرورت پڑنے پر خریدنا چاہئے۔ بلاضرورت محض فیشن کی خاطر یا دیکھا دیکھی جوتا خریدنے سے پرہیز کرنا چاہئے۔ وفقکم اللہ تعالیٰ

﴿بقیہ متعلقہ صفحہ ۵۹ ''حضرت خواجہ نظام الدین سلطان الاولیاء رحمہ اللہ''﴾

حضرت کو اپنے شیخ سے بے پناہ محبت تھی چنانچہ آپ دہلی سے کئی بار شیخ سے فیوض وبرکات حاصل کرنے کے لئے پاک پتن تشریف لے جاتے تھے، ایک بار شیخ نے اپنے عزیز مرید کیلئے خداوندِ کریم کی بارگاہ میں دعاء کی کہ:

''الٰہی میرا یہ مرید تجھ سے جو کچھ مانگے اسے عطا کردیجئے''

حضرت شیخ کی یہ پرخلوص دعاء کا صلہ تھا کہ سلوک ومعرفت کے بلند مقام پر فائز ہوئے، آخری بار جب شیخ سے ملنے پاک پتن حاضر ہوئے تو واپسی پر شیخ نے درد بھرے لہجہ میں کہا ''شاید آئندہ تم مجھ سے نہ مل سکو میں دعاء کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ تجھے عالی مرتبہ عطاء فرمائے، انشاء اللہ تم ایسا درخت بنوگے جس کے سایہ میں مخلوقِ خدا آرام پائے گی تم برابر مجاہدہ کرتے رہنا اس سے غافل نہ رہنا جب حضرت گنج شکر رحمہ اللہ کا وصال ہوا تو آپ شیخ کے پاس موجود نہ تھے لیکن شیخ نے مولانا بدرالدین اسحاق کی معرفت عصا اور خرقہ جو حضرت بختیار کاکی رحمہ اللہ سے ان کو ملا تھا اپنے عزیز مرید کے پاس بھیج دیا۔ (جاری ہے............)

آپ کے دینی مسائل کا حل ادارہ

صبح صادق اور انتہائے سحر و ابتدائے فجر کی حقیقت

سوال:

(۱)...... یہ بات تو واضح ہے کہ صبح صادق پر عشاء کا وقت ختم اور فجر کا وقت شروع ہوتا ہے، اور روزے دار کو سحری کھانا ناجائز ہوجاتا ہے، لیکن صبح صادق کسے کہتے ہیں، اور اس کی پہچان کیا ہے؟ اس کی تحقیق درکار ہے

(۲)......صبح صادق کی روشنی کس رنگ کی ہوتی ہے؟ بعض لوگ کہتے ہیں کہ وہ سُرخ رنگ کی ہوتی ہے، اور وہ اس سلسلہ میں کسی حدیث کا بھی حوالہ پیش کرتے ہیں۔ اس بارے میں صحیح تحقیق کیا ہے؟

(۳)......کیا سحری کھانے کی ممانعت اور فجر کی نماز کا وقت صبح صادق ہوتے ہی شروع ہوجاتا ہے، یا صبح صادق ہونے کے کچھ دیر بعد شروع ہوتا ہے؟

بعض اہلِ علم کو کہتے ہوئے سُنا گیا ہے کہ جب تک صبح صادق ہو کر خوب اچھی طرح پھیل نہ جائے، اُس وقت تک صبح صادق کا حکم نہیں لگتا۔ اس بارے میں صحیح بات کیا ہے؟ اس کی وضاحت کی ضرورت ہے۔

(۴)...... آج کل جو انتہائے سحر و ابتدائے فجر سے متعلق نقشے موجود ہیں، ان میں آپس میں دو چار منٹ کا فرق ہوتا ہے، اور بعض نقشے ایسے بھی سامنے آئے ہیں کہ ان میں پندرہ بیس منٹ بعد انتہائے سحر وابتدائے فجر کو ظاہر کیا گیا ہے، اور ساتھ ہی یہ بھی لکھا گیا ہے کہ یہ نقشے پندرہ درجے زیرِ اُفق کے مطابق تیار کئے گئے ہیں۔ ہم ان میں سے کون سے نقشے کو معتبر سمجھیں، اور کس کے مطابق عمل کریں؟

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

جواب: ...... سب سے پہلے اس سلسلہ میں قرآن مجید کی آیت ملاحظہ فرمائیں۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَكُلُوْا وَاشْرَبُوْا حَتّٰى يَتَبَيَّنَ لَكُمُ الْخَيْطُ الْاَبْيَضُ مِنَ الْخَيْطِ الْاَسْوَدِ مِنَ الْفَجْرِ (سورہ بقرہ آیت نمبر ۱۸۷)

ترجمہ: اور کھاؤ پیو اس وقت تک کہ تم کو سفید دھاگہ صبح کا متمیز ہوجائے سیاہ دھاگہ سے۔

اس آیت میں سفید تاگے سے بیاض النہار (یعنی دن کی سفیدی جو صبح صادق سے شروع ہوتی ہے) مراد ہے

،اورسیاہ تاگے سے سوادُ الیل (یعنی رات کی تاریکی) مراد ہے اور یہ تفسیر خود حضورﷺ سے بھی مروی ہے۔
احادیث میں حضرت عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ کے بارے میں یہ واقعہ آتا ہے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی تو اُنہوں نے ایک سیاہ دھاگہ اور ایک سفید دھاگہ رکھ لیا، اور دونوں کو دیکھنا شروع کیا اور رات کی تاریکی میں دونوں میں کچھ فرق معلوم نہ ہوا؛ تو انہوں نے حضورﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر واقعہ عرض کیا تو حضورﷺ نے فرمایا:

إنما ذالک سواد اللیل وبیاض النھار (بخاری، حدیث نمبر ۱۷۸۳)

ترجمہ: (قرآن مجید کی اس آیت میں جو سیاہ اور سفید دھاگہ بیان کیا گیا ہے) وہ تو رات کا اندھیرا اور دن کی روشنی ہے (ترجمہ ختم)

اور مسند احمد وغیرہ میں یہ الفاظ ہیں:

إنما ذالک بیاض النھار من سواد اللیل (مسند احمد، حدیث نمبر ۱۸۵٦۱)

ترجمہ: (قرآن مجید کی اس آیت میں جو سیاہ اور سفید دھاگہ بیان کیا گیا ہے) وہ تو دن کی روشنی ہے رات کے اندھیرے کے مقابلے میں (ترجمہ ختم)

اس سے واضح ہوا کہ قرآن مجید میں دھاگے سے اُس کے حقیقی معنیٰ مراد نہیں، بلکہ مجازی معنیٰ مراد ہیں۔
احادیث سے قرآن مجید کی مراد واضح ہو جاتی ہے، اور تفسیر کا بنیادی اصول بھی یہی ہے۔
اس صحیح وصریح حدیث نے ایک طرف تو قرآن مجید کی مذکورہ آیت کی مراد واضح کر دی اور دوسری طرف یہ بتلا دیا کہ شریعت کی نظر میں بیاضِ نہار (جس سے باتفاقِ جمہور صبح صادق مراد ہے) سے پہلے کے وقت کو رات اور سوادِ لیل کا حکم حاصل ہے، اور اس سوادِ لیل میں صبح کاذب بھی داخل ہے۔
صبح صادق سے پہلے آسمان پر لمبی شکل میں نمودار ہونے والی روشنی کو صبح کاذب کہا جاتا ہے، اس سے صبح کا کوئی حکم وابستہ نہیں، اور وہ شرعاً حقیقی سوادِ لیل (یعنی رات کی تاریکی) کی طرح ہے۔ حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمہ اللہ تفسیر معارفُ القرآن میں سورہ بقرہ کی مندرجہ بالا آیت کے ضمن میں فرماتے ہیں:

اس آیت میں رات کی تاریکی کو سیاہ خط اور صبح کی روشنی کو سفید خط کی مثال سے بتلا کر روزہ شروع ہونے اور کھانا پینا حرام ہوجانے کا صحیح وقت متعین فرمادیا (تفسیر معارف القرآن ج۱ص۴۵۴)

حضرت مولانا محمد ادریس صاحب کاندھلوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

اور لفظِ خیط کے لانے میں اس طرف اشارہ ہے کہ فجر کا اگر ادنیٰ حصہ مثل تاگے کے بھی ظاہر ہو جائے تو کھانا اور پینا حرام ہو جاتا ہے (معارف القرآن ادریسی، جلد ا صفحہ ۳۷۶)

صبح صادق کی تعریف و حقیقت

(۱)......قرآن مجید کی زبان میں خیطِ ابیض یعنی صبح صادق جسے کہا گیا ہے، اس کی حقیقت احادیث میں یہ بتلائی گئی ہے کہ وہ اُفق میں چوڑائی کی طرف ہوتی ہے۔ اور جو روشنی لمبائی کی طرف ہوتی ہے، وہ صبح کاذب ہے۔ سورج کیونکہ گول ہے، جس طرح زمین گول ہے، اس لئے صبح صادق کے وقت اس کی جو روشنی اُفق پر ظاہر ہوتی ہے وہ قوس (کمان) کی طرح ظاہر ہوتی ہے، اور قوس کی چوڑائی لمبائی سے زیادہ ہوا کرتی ہے۔ صبح صادق اور صبح کاذب میں اصل حدِّ فاصل یہی ہے اور صبح صادق و کاذب کی اصل تعریف اور حدِ تام یہی ہے، ان پر صبح صادق و کاذب کا ہر جگہ مدار نہیں۔

باقی جو چیزیں فقہائے کرام نے اس پر مستزاد ذکر کی ہیں، وہ رسمِ ناقص کے درجے میں ہیں۔ ذیل میں اس سلسلہ میں پائی جانے والی احادیث و آثار نقل کیے جاتے ہیں:

(۱)......حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

لا یمنعنکم من سحورکم اذان بلال و لا الفجر المستطیل و لکن الفجر المستطیر فی الافق (ترمذی حدیث نمبر ۶۴۰)

ترجمہ: منع نہ کرے تمہیں تمہاری سحریوں سے بلال کی اذان اور نہ فجر مستطیل (یعنی لمبی روشنی والی فجر) بلکہ اُفق میں فجر مستطیر (یعنی چوڑی روشنی والی فجر) (ترجمہ ختم)

حضرت بلال رضی اللہ عنہ تہجد کے لئے لوگوں کو بیدار کرنے کے لئے صبح صادق سے پہلے اذان دیا کرتے تھے، اور یہ اذان فجر کی نماز کے لئے نہیں ہوتی تھی، اس لئے اس پر سحری کھانے کی ممانعت اور فجر کی نماز پڑھنے کی اجازت نہیں تھی۔

(۲)......اور مسلم شریف کی حدیث میں یہ الفاظ ہیں:

قال رسول اللہ ﷺ لا یغرنکم اذان بلال و لا ھذا البیاض لعمود الصبح حتیٰ یستطیر ھٰکذا (مسلم حدیث نمبر ۱۸۳۲ واللفظ لہٗ، مسند احمد حدیث نمبر ۱۹۲۹۰)

ترجمہ: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ تمہیں بلال کی اذان اور یہ آسمان کی طرف کھڑی ہوئی (لمبی) روشنی دھوکہ میں نہ ڈالے یہاں تک کہ اس طرح (دائیں بائیں) پھیل نہ جائے (ترجمہ ختم)

(۳)......اورنسائی شریف کی حدیث میں یہ الفاظ ہیں:

قال رسول اللہ ﷺ لا یغرنکم اذان بلال ولا ھٰذا البیاض حتیٰ ینفجر الفجر ھٰکذا وھٰکذا معترضاً قال ابو دؤد وبسط بیدیه یمینا وشمالاً ماداً یدیه (نسائی حدیث نمبر ۲۱۴۲)

ترجمہ: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ تمہیں دھوکہ میں نہ ڈال دے، بلال کی اذان اور نہ یہ سفید روشنی یہاں تک کہ اس طرح اور اس طرح چوڑائی میں فجر پھیل نہ جائے۔

ابوداؤ دراوی کہتے ہیں کہ: حضرت شعبہ نے (صبح صادق کو سمجھانے کے لئے) اپنے دونوں ہاتھ دائیں اور بائیں کھینچتے ہوئے پھیلا دیئے (ترجمہ ختم)

(۴)......اور مسند احمد کے الفاظ ہیں:

لایغرنکم اذان بلال ولاھذا الفجر المستطیل ولکن الفجر المستطیر واومأبیده ھکذا واشار یزید بیده الیمنی (مسند احمد حدیث نمبر ۱۹۳۳۸)

ترجمہ: تمہیں بلال کی آذان اور یہ لمبائی والی فجر دھوکے میں نہ ڈال دے لیکن (اصل) فجر (یعنی صبح صادق) وہ ہے، جو کہ چوڑائی میں ہو اور انہوں نے اپنے ہاتھ سے اس طرح اشارہ کیا، اپنے دائیں ہاتھ کو چوڑائی کی طرف زیادہ کر کے اشارہ کر رہے تھے (ترجمہ ختم)

(۵)......اور مسند ابوداؤ دالطیالسی میں یہ الفاظ ہیں:

لایمنعنکم اذان بلال من السحور ولا الصبح المستطیل ولکن الصبح المستطیر فی الافق (مسند ابوداؤد الطیالسی حدیث نمبر ۹۲۹)

ترجمہ: تمھیں بلال کی آذان اور یہ لمبائی والی فجر سحری کھانے سے منع نہ کرے لیکن (اصل) صبح (صادق) وہ ہے، جو کہ افق میں چوڑائی میں ہو (ترجمہ ختم)

(۶)......حضرت سوادۃ قشیری سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت سمرۃ بن جندب سے خطبہ دینے کی حالت میں سنا وہ یہ فرما رہے تھے:

قال رسول اللہ لایمنعن من سحورکم اذان بلال ولا بیاض الافق الذی ھکذا حتی یستطیر (ابوداؤد حدیث نمبر ۱۹۹۹)

ترجمہ: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا بلال کی اذان یا افق پر اس طرح کی (سیدھی) روشنی تمہیں سحری کھانے سے نہ روکے، یہاں تک وہ روشنی (افق پر) چوڑائی میں نہ پھیل جائے (ترجمہ ختم)

(۷)......حضرت ابنِ مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

قال رسول اللہ ﷺ لا یمنعن احدا منکم اذان بلال او قال نداء بلال من سحورہ فانہ یؤذن او قال ینادی بلیل لیرجع قائمکم و یوقظ نائمکم وقال لیس ان یقول ھٰکذا و ھٰکذا و صوّب یدہ ورفعھا حتی یقول ھٰکذا و فرّج بین اصبعیہ(صحیح مسلم حدیث نمبر ۱۸۳۰)

ترجمہ: حضور ﷺ نے فرمایا کہ تم میں سے کسی کو بلال کی اذان سحری کھانے سے نہ روکے، کیونکہ وہ تو اس لئے اذان دیتے ہیں تا کہ آپ میں نماز پڑھنے والے لوٹیں اور جو سورہے ہوں وہ جاگیں اور فرمایا کہ صبح ایسے اور ویسے طریقے سے نہیں ہے، اور ہاتھ کو نیچے اوپر کردیا، اس کے بعد فرمایا کہ اس طرح ہوتی ہے، اور اپنی انگلیوں کو کھول دیا (اور کشادہ کردیا) (ترجمہ ختم)

(۸)......اور صحیح ابنِ خزیمہ کی حدیث کے آخر میں یہ آیا ہے:

وھکذا یعنی طولا، ولکن ھکذا یعنی عرضا(صحیح ابن خزیمۃ حدیث نمبر ۱۸۲۱)

ترجمہ: صبح (صادق) اس طرح یعنی لمبائی میں نہیں ہوتی، اور لیکن اس طرح یعنی چوڑائی میں ہوتی ہے (ترجمہ ختم)

(۹)......حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قال رسول اللہ ﷺ الفجر فجران فأما الذی کأنہ ذنب السرحان فانہ لایحل شیئا ولایحرمہ ولکن المستطیر (مصنف ابنِ ابی شیبۃ جزء ۲ ص ۴۴۳)

ترجمہ: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ فجر دو ہوتی ہیں، پس وہ فجر جو کہ بھیڑیئے کی دم کی طرح (نیچے سے باریک اور اوپر سے موٹی) ہوتی ہے، یہ نہ کوئی چیز حلال کرتی ہے اور نہ حرام (یعنی اس کی وجہ سے نہ تو فجر کی نماز حلال ہوتی اور نہ روزے دار کے لیے سحری حرام ہوتی) لیکن فجر مستطیر (یعنی چوڑائی والی فجر حلال وحرام کرتی ہے) (ترجمہ ختم)

(۱۰)......حضرت ربیعہ بن یزید فرماتے ہیں کہ میں نے عبدالرحمٰن بن عائش رضی اللہ عنہ صحابی سے سُنا، جو یہ فرمارہے تھے:

الفجر فجران فأما المستطیل فی السماء فلا یمنعن السحور ولاتحل فیہ الصلاۃ وإذا اعترض فقد حرم الطعام فصل صلاۃ الغداۃ (دارقطنی، حدیث نمبر ۲۲۰۸)

ترجمہ: فجر دو ہیں؛ پس جو آسمان میں لمبائی والی ہوتی ہے، اُس سے سحری کھانے کی ممانعت

نہیں ہوتی اور نہ اُس وقت فجر کی نماز جائز ہوتی، اور جب فجر لمبائی میں ہو تو روزے دار کے لیے کھانا حرام ہوجاتا ہے اور فجر کی نماز پڑھنا جائز ہوجاتا ہے (ترجمہ ختم)

ان تمام احادیث وآثار سے معلوم ہوا کہ صبح صادق وہ روشنی ہے، جو اُفق میں شمالاً وجنوباً چوڑائی پر واقع ہو، اور المختصر اس کی چوڑائی لمبائی سے زیادہ ہو، اسی کو احادیث وآثار میں کہیں مستطیر اور کہیں معترض فرمایا گیا ہے، اور اس کے مقابلے میں صبح کاذب وہ روشنی ہے، جو آسمان پر لمبائی میں واقع ہو۔

اور محدثین، مفسرین، وفقہائے کرام سے بھی یہی تفصیل منقول ہے، اس سلسلہ میں چند عبارات ذیل میں ملاحظہ فرمائیں۔

(۱)......امام ابوبکر جصاص رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

فقد وضح بماتلونا من كتاب الله وتوقيف نبيه ﷺ أن أول وقت الصوم هو طلوع الفجر الثانى المعترض فى الأفق وأن الفجر المتسطيل إلى وسط السماء هو من الليل (احكام القرآن للجصاص، جزء۲ صفحه ۱۷)

(۲)......بدائع الصنائع، ہدایہ اور العنایہ شرح الہدایہ میں ہے:

الفجر المستطيراى المنتشر فى الافق (البدائع الصنائع، كتاب الصلاة، فصل شرائط اركان الصلاة، هداية، الجزء الاول، كتاب الصلاة، باب المواقيت، العناية شرح الهداية، كتاب الصوم، فصل فى رؤية الهلال)

(۳)......کنز الدقائق میں ہے:

انما الفجر المستطير فى الافق، اى المنتشر فيه وقد اجتمعت الامة على ان اوله الصبح الصادق وآخره تطلع الشمس (كنز الدقائق، كتاب الصلاة، باب مواقيت الصلاة)

(۴)......فتاویٰ ہندیہ میں ہے:

الفجر الثانى، وهو المستطير المنتشر فى الافق (الفتاوىٰ الهندية، جلد ۱، كتاب الصوم، الباب الاول فى تعريفه وتقسيمه الخ)

(۵)......ملاعلی قاری رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

المستطير صفته اى المنتشر المعترض فى الافق اى اطراف السماء قال ابن الملك اى الذى ينتشر ضوءه فى الافق الشرقى ولا يزال يزداد ضياءه (مرقاة، كتاب الصلاة)

(۶)......حضرت محمد بن محمد بن عبدالرحمٰن مالکی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

(فصل) ولاخلاف أن أول وقتها طلوع الفجر الصادق وهو الضياء المعترض في الأفق، ويقال له: الفجر المستطير بالراء أي: المنتشر الشائع قال الله تعالىٰ "ويخافون يوما كان شره مستطيرا" وقال في الطراز الفجر المستطير شبه بالطائر يفتح جناحيه وهو الفجر الثاني، وأما الفجر الاول فيقال له المستطيل باللام؛ لأنه يصعد في كبد السماء قال في الطراز كهيئة الطيلسان ويشبه ذنب السرحان بكسر السين المهملة وهو الذئب والأسد فإن لونه مظلم وباطن ذنبه أبيض وشبهه الشعراء مع الليل بالثواب الاسود الذي جيبه في صدره إذا شق جيبه وبرز الصدر، ويقال: الكاذب والكذاب؛ لانه يغر من لايعرفه وتسميه العرب المحلف كأن حالفا يحلف لقد طلع الفجر وآخر يحلف أنه لم يطلع قال في الذخيرة وكثير من الفقهاء لايعرف حقيقة هذا الفجر ويعتقد أنه عام الوجود في سائر الأزمنة وهو خاص ببعض الشتاء وسبب ذالک أنه المجرة فمتى كان الفجر بالبلدة ونحوها طلعت المجرة قبل الفجر وهي بيضاء فيعتقد أنها الفجر فإذا بينت الأفق ظهر من تحتها الظلام ثم يطلع الفجر بعد ذالک، وأما في غير الشتاء فتطلع المجرة أول الليل، أو نصفه فلا يطلع آخر الليل إلا الفجر الحقيقي انتهى.

ونازعه غيره في ذالک وقال إنه مستمر في جميع الازمنة وهو الظاهر (مواهب الجليل في شرح مختصر الشيخ خليل، باب مواقيت الصلاة)

(۷)......حضرت محمد بن عبداللہ حرشی مالکی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

(الفجر الصادق) المنتشر يمينا وشمالا حتى يعم الأفق واحترز بالصادق من طلوع الفجر الكاذب ويسمى المحلف بكسر اللام المستطيل الذي لاينتشر ويرتفع إلى جهة السماء دقيقاً يشبه بياض باطن ذنب الذئب الأسود في أن كل بياض يسير في شيء مظلم محيط به يكون في فصل الشتاء ثم يغيب ويطلع الفجر الصادق بعده وينتهي مختار الصبح (منح الجليل شرح مختصر خليل، باب في بيان أوقات الصلوات الخمس)

(۸)......امام قرطبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

واختلف في الحد الذي بتبينه يجب الامساک، فقال الجمهور: ذلک الفجر المعترض في الافق يمنة ويسرة، وبهذا جاء ت الاخبار ومضت عليه الامصار (تفسير القرطبي، جزء۲ صفحه ۳۱۸)

(۹)......امام نووی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

فالفجر الاول یطلع مستطیلا نحو السماء کذنب السرحان، وھو الذئب، ثم یغیب ذالک ساعة ثم یطلع الفجر الثانی الصادق مستطیرا، بالراء ای منتشرا، عرضا فی الافق، قال اصحابنا: والاحکام کلھامتعلقة بالفجر الثانی، فیه یدخل وقت صلاة الصبح ویخرج وقت العشاء ویدخل فی الصوم،ویحرم به الطعام والشراب علی الصائم، وبه ینقضی الیل ویدخل النھار، ولایتعلق بالفجر الاول شیئ من الاحکام باجماع المسلمین (المجموع شرح المهذب ،الجزء الثالث،کتاب الصلاة،باب مواقیت الصلاة، اول وقت الصبح طلوع الفجر الصادق)

(۱۰)......شرح الکبیر میں ہے:

(الصادق)وھو المستطیر ای المنتشر ضیاؤہ حتی یعم الافق احتراز من الکاذب وھو المستطیل باللام وھو الذی لاینتشر بل یطلب وسط السماء دقیقا یشبه ذنب السرحان، ولایکون فی جمیع الازمان بل فی الشتاء(الشرح الکبیر ،الجزء الاول، بیان اوقات الصلاة)

(۱۱)......امام آلوسی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

الکاذب وھو مایبدو مستطیلاً وأعلاہ أضوأ من باقیه ثم یعدم وتعقبه ظلمة أو یتناقص حتی ینغمر فی الثانی علی زعم بعض أھل الھیئة أو یختلف حاله فی ذالک تارة وتارة بحسب الأزمنة والعروض علی ماقیل (روح المعانی للآلوسی، سورة التکویر تحت آیت نمبر ۱۸)

(۱۲)......علامہ انورشاہ کشمیری رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

واعلم أن الصبح الکاذب لیس بمقدر بتقدیر وقت معین بل قد یزید وقد ینقص کما صرح الفقھاء واحداً بعد واحد بل ربما لایکون مبصراً خلاف ما قال أھل الھیأة (العرف الشذی للکشمیری، جزء۲ صفحه ۲۹)

(۱۳)......علامہ شامی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

لان الفجر عندھم اسم للبیاض المنتشر فی الأفق موافقا للحدیث الصحیح کما مر بلا تقیید بسبق ظلام (ردالمحتار، مطلب فاقد وقت العشاء کأھل بلغار، جلد ۱ صفحه ۳۶۲)

(۱۴)......حضرت مولانا مفتی رشید احمد صاحب لدھیانوی رحمہ اللہ تحریر فرماتے ہیں:

خوب سمجھ لیں کہ شرعاً صبح صادق کا دارومدار روشنی کی زیادتی پر نہیں، بلکہ اس کے طول وعرض پر

ہے؛ روشنی خواہ کتنی ہی زیادہ ہو جائے، مگر جب تک اس کے طول سے عرض زیادہ نہ ہوگا، یہ صبح کاذب ہے (رسالہ ''صبح صادق'' مشمولہ احسن الفتاویٰ جلد۲صفحہ۱۶۱)

احادیثِ مبارکہ، آثارِ صحابہ وتابعین اور مفسرین ومحدثینِ عظام اور فقہائے کرام (بلکہ ماہرینِ فلکیات) کی مختلف عبارات میں غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ صبح کاذب وصادق میں بنیادی فرق اُفق پر روشنی کے مستطیل ومستطیر یعنی لمبی اور چوڑی ہونے کا ہے؛ اور یہی ان دونوں کی حدِّ تام ہے۔

اس کے علاوہ جو دوسری علامات (مثلاً صبح صادق سے پہلے صبح کاذب کا ہمیشہ نظر آنا یا دونوں کے مابین ہمیشہ اندھیرے کا چھانا، نہ چھانا وغیرہ) یہ سب رسومِ ناقصہ کے درجے میں ہیں کہ زمان ومکان اور مشاہدہ کرنے والوں کی نظروں کے قوی وضعیف ہونے کے لحاظ سے ان میں فرق ہوسکتا ہے۔

صبح صادق کی روشنی سفید ہوتی ہے یا سُرخ؟

(۲)......گزشتہ تفصیل سے معلوم ہوا کہ صبح کاذب اور صادق کے درمیان اصل حدِّ فاصل روشنی کا لمبا اور چوڑا ہونا ہے، نہ کہ ایک دوسرے سے رنگ کا مختلف ہونا۔

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے صبح صادق کو خطِ ابیض سے تعبیر فرمایا ہے، جو صبح صادق کی روشنی کے اُفق پر سفید رنگ میں ہونے کی صریح نص ہے، اور فقہائے کرام نے بھی صبح صادق کو ''بیاضِ معترض'' یعنی ''چوڑائی میں پھیلی ہوئی سفیدی'' سے تعبیر فرمایا ہے۔

کچھ عبارات پہلے گزرچکی ہیں اور مزید عبارات ذیل میں ملاحظہ فرمائیں۔

(۱)......ہدایہ میں ہے:

اول وقت الفجر اذا طلع الفجر الثانی وھو البیاض المعترض فی الافق (ھدایۃ، کتاب الصلاۃ، باب المواقیت)

(۲)......تبیین الحقائق میں ہے:

ولان العشاء تقع بمحض اللیل فلا تدخل ما دام البیاض باقیا، لانہ من اثر النھار ولھذا یخرج بطلوع البیاض المعترض من الفجر (تبیین الحقائق، کتاب الصلاۃ، مواقیت الصلاۃ)

(۳)......امام ابوبکر جصاص رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

ولاخلاف بین المسلمین أن الفجر الابیض المعترض فی الافق قبل ظھور

الحمرة يحرم به الطعام والشراب على الصائم؛ وقال عليه السلام لعدى بن حاتم "إنما هو بياض النهار وسواد الليل" ولم يذكر الحمرة (احكام القرآن للجصاص، جزء۲ صفحه ۲۹، باب الاكل والشرب والجماع ليلة الصيام)

(۴)......درِمختار میں ہے:

وهو البياض المنتشر المستطير لاالمستطيل (درمختار،الجزء الاول، كتاب الصلاة)

(۵)......امام ابنِ بطال رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

أجمع العلماء على أن وقت صلاة الصبح طلوع الفجر، وهو البياض المعترض فى الافق الشرقى (شرح ابنِ بطال، جزء۳ صفحه ۲۵۴)

(۶)......امام ابنِ عربی فرماتے ہیں:

قال مالک فى رواية ابن القاسم واشهب عنه :الفجر امره بين وهو البياض المعترض فى الافق (احكام القرآن ،سورة الفجر)

(۷)......محمد بن مفلح بن محمد مقدسی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

طلوع الفجر الثانى المستطير ،وهو البياض المعترض فى المشرق (الفروع ،كتاب الصلاة،باب المواقيت)

(۸)......ایک دوسرے مقام پر ہے:

والمراد بالفجر الصادق، وهو البياض المعترض ،فيحرم الاكل وغيره بطلوعه (الفروع،كتاب الصيام ،فصل تعجيل الافطار وتاخير السحور)

(۹)......امام ابنِ قدامہ رحمہ اللہ المغنی میں فرماتے ہیں:

ان وقت الصبح يدخل بطلوع الفجر الثانى اجماعا، وقد دلت عليه اخبار المواقيت، وهو البياض المستطير المنتشر فى الافق، ويسمى الفجر الصادق(المغنى لابنِ قدامة، الجزء الاول، كتاب الصلاة، باب المواقيت، مسألة وقت الصبح)

اور ایک حدیث میں صبح صادق کی روشنی کو احمر کہا گیا ہے،اور احمر سرخ رنگ کو کہتے ہیں، اِس سے بعض حضرات کو صبح صادق کی روشنی کے سرخ ہونے کی غلط فہمی ہوگئی ہے، وہ حدیث یہ ہے:

حضرت قیس بن طلق اپنے والد حضرت طلق بن علی سے روایت کرتے ہیں وہ فرماتے ہیں:

قال رسول الله ﷺ كلوا واشربوا ولايهيدنكم الساطع المصعد فكلو واشربوا حتى يعترض لكم الاحمر (سنن ابوداؤد حديث نمبر ۲۰۰۱، كتاب

الصیام ،وقت السحور ،واللفظ لہٗ، قال ابو داؤد ھذا مماتفرد بہ اھل الیمامۃ، سنن الترمذی حدیث نمبر ۶۳۹قال ابوعیسیٰ حدیث طلق بن علی حدیث حسن غریب من ھذا الوجہ ،سنن دارقطنی حدیث نمبر۲۲۱۳ ،وقال قیس بن طلق لیس بالقوی)

ترجمہ: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تم سحری کھاتے پیتے رہو، اور تمہیں لمبائی کی طرف چڑھنے والی روشنی دھوکے میں نہ ڈال دے، پس تم کھاؤ پیو، یہاں تک کہ تمہارے لیے چوڑی سرخ روشنی ظاہر نہ ہوجائے (ترجمہ ختم)

اس حدیث میں احمر کے لفظ کو بعض محدثین نے خالص یا ایسی سفیدی پر محمول فرمایا ہے، جس میں تھوڑی بہت سُرخی کی جھلک ہو، تاکہ دوسری بے شمار احادیث اور قرآن مجید کی آیت کے خلاف نہ ہو، اور بعض مشاہدین اور ماہرینِ فلکیات نے صبح صادق کی روشنی میں سرخ رنگ کی ہلکی سی آمیزش کو تسلیم کیا ہے۔

چنانچہ حضرت جابر، حضرت عامر اور حضرت عطاء سے روایت کرتے ہیں کہ ان دونوں حضرات نے فرمایا:

الفجر المعترض الذی إلی جنبہ حمرۃ (مصنف ابنِ ابی شیبۃ، جزء۲ صفحہ ۴۴۳)

اور بذل المجہود شرح ابی داؤد میں ہے:

قال فی الدرجات ای یستبطن البیاض المعترض اوائل حمرۃ لان البیاض اذا تتام طلوعہ ظھرت اوائل الحمرۃ والعرب تشبہ الصبح بالبلق فی الخیل لما بہ من بیاض وحمرۃ قلت لایصح کونہ احمر الا قبل نزول قولہ تعالیٰ حتی یتبین لکم الخیط الابیض الاٰیۃ لانہ معنی الاٰخر ھو النھار الا ان الشمس لم تطلع وکلاھما یعارض الاٰیۃ وھذا کلہ علی ظاھرہ والا فان الاحمر یطلق علی الابیض ایضاً فان اطلق علیہ وافق الاٰیۃ فتنبہ لہ ان کنت فائق السجیۃ (بذل المجھود، کتاب الصوم، جلد۴، صفحہ ۱۳۹)

اور عون المعبود میں ہے:

قال الخطابی: معنی الأحمر ھا ھنا أن یستبطن البیاض المعترض أوائل حمرۃ، وذالک أن البیاض إذا تتام طلوعہ ظھرت أوائل الحمرۃ، والعرب تشبہ الصبح بالبلق من الخیل لما فیہ من بیاض وحمرۃ انتھی.

قلت: وقد یطلق الأحمر علی الابیض. قال فی تاج العروس: الأحمر مالونہ الحمرۃ ومن المجاز الأحمر من لاسلاح معہ فی الحرب والأحمر تمر للونہ والأحمر الأبیض ضد، وبہ فسر بعض الحدیث بعثت إلی الأحمر والأسود، والعرب تقول امرأۃ حمراء أی بیضاء انتھی. فمعنی قولہ ﷺ

حتی یعترض لکم الأحمر أی الأبیض وهو بیاض النهار من سواد اللیل یعنی الصبح الصادق قال المنذری: والحدیث أخرجه الترمذی وقال حسن غریب من هذا الوجه هذا آخر کلامه. وقیس هذا قد تکلم فیه غیر واحد من الأئمة (عون المعبود، وقت السحور)

اور اگر مذکورہ حدیث میں احمر سے حقیقی اور خالص سُرخی مراد لی جائے تو جمہور کے نزدیک صبح صادق ابیض تک سحری کھانا جائز ہے، اور اس کے مقابلے میں احمر تک جواز کا قول متروک ہے، کیونکہ اس میں احادیثِ صحیحہ اور قرآن مجید کی آیت کی مخالفت لازم آتی ہے (کذا فی درسِ ترمذی جلد۲ صفحہ۵۴۳)

فلا یجب ترک آیة من کتاب الله تعالیٰ نصا، وأحادیث عن رسول الله ﷺ متواترة قد قبلتها الأمة، وعملت بها من لدن رسول الله ﷺ إلی الیوم إلی حدیث قد یجوز أن یکون منسوخاً بما ذکرناه فی هذا الباب وهذا قول أبی حنیفة، وأبی یوسف، ومحمد، رحمهم الله تعالیٰ (شرح معانی الآثار، باب الوقت الذی یحرم فیه الطعام علی الصیام)

الاول: الجواز الی الصبح الاحمر ودلیله حدیث الباب وهٰذا قول متروک عند الجمهور بل جعله الطحاوی وابوبکر الرازی وابن قدامة والنووی مخالفا للاجماع، وان اعترضه الحافظ وجعله ابن رشد قولاً شاذاً.

والثانی: الجواز الی الصبح الصادق الابیض والیه ذهب الجمهور (معارف السنن جلد ۵ صفحه ۳۶۴، باب ماجاء فی بیان الفجر، ابواب الصوم)

کیا صبح صادق کے لئے اولِ طلوع کا اعتبار ہے؟

(۳)..... گزشتہ تفصیل سے یہ بات واضح ہوگئی کہ روزے اور نمازِ فجر کے وقت کا آغاز صبح صادق پر ہو جاتا ہے ،فقہائے کرام سے یہی بات منقول ہے، اور ان سے یہ بات منقول نہیں کہ صبح صادق میں اعتبار اولِ طلوع کا ہے یا اس کے بعد اس کے منتشر وغیرہ ہونے کا ہے؟ البتہ مشائخ کا اس بارے میں اختلاف ہوا ہے۔

لیکن دلائل کی رُو سے راجح یہ ہے کہ اولِ طلوع کا اعتبار ہے، کیونکہ صبح صادق کی اصل تعریف مستطیر ہونا ہے، جس کی صفت منتشر ہونا بھی ہے، اور اس کے بغیر اس کو وجود نہیں ملتا، لہٰذا مستطیر و منتشر ہونے میں کوئی تعارض نہیں۔

مستطیر سے منتشر مراد ہونے کے متعلق کئی عبارات پیچھے ذکر کی جا چکی ہیں۔

اس کے علاوہ قرآن مجید میں خیطِ ابیض لانے میں اس طرف اشارہ ہے کہ فجر کا اگر ادنیٰ حصہ مثل تاگے کے

بھی ظاہر ہو جائے تو روزہ دار کے لئے کھانا اور پینا حرام ہو جاتا ہے (کما مر بحوالۃ معارف القرآن ادریسی)
اوراحادیث سے بھی اولِ طلوع کے معتبر ہونے کی صاف طور پر تائید ہوتی ہے، اور فقہائے کرام سے بھی یہ تفصیل منقول نہیں، لہٰذا اس اطلاق کا تقاضا بھی یہ ہے کہ اولِ طلوعِ فجر کا ہی اعتبار کیا جائے۔

فی المحیط البرھانی:

قال اصحابنا: وقت الصوم من (حین) یطلع الفجر الثانی، وھو المستطیل المنتشر فی الافق، الی وقت غروب الشمس، فاذا غربت الشمس خرج وقت الصوم، ولم ینقل عنھم ان العبرۃ لاول طلوع الفجر الثانی، اولاستطارتہ، وانتشارہ، وقداختلف المشائخ فیہ، بعضھم قالوا: العبرۃ للاول، وبعضھم قالوا: العبرۃ للاستطارۃ، قال شیخ الاسلام شمس الائمۃ الحلوانی: القول الاول احوط، والثانی اوسع، واذا شک فی الفجر، قال فی الاصل: احب الیّ ان یدع الاکل والشرب (المحیط البرھانی ج۳ص ۳۳۴، کتاب الصلاۃ، الفصل الاول فی المواقیت)

وفی ردالمحتار:

قال فی الحلیۃ: نعم فی کون العبرۃ باول طلوعہ او استطارتہ او انتشارہ اختلاف المشائخ کما فی شرح الزاھدی عن المحیط، وفی خزانۃ الفتاوی عن شرح السرحی علی الکافی وذکر فیھا ان الاول احوط والثانی اوسع اھ، قال فی البحر: والظاھر الاخیر لتعریفھم الفجر الصادق بہ کما یأتی، وردہ فی النھر بان الظاھر الاول، لمافی حدیث جبریل الذی ھو اصل الباب (رد المحتار ج ۱، کتاب الصلاۃ)

وفی البحر:

والاول المستطیر وھو الذی ینتشر ضوءہ فی الافق وھی اطراف السماء وفی السراج الوھاج آخرہ قبیل طلوع الشمس وفی المجتبیٰ واختلف المشائخ فی ان العبرۃ لاول طلوعہ او لاستطارتہ او لانتشارہ اھ وقال صاحب البحر علی سبیل البحث، والظاھر انہ الاخیر لتعریفھم الصادق بہ اھ.
والظاھر الاخیر لتعریفھم الصادق بہ قال فی النھایۃ الصادق ھو البیاض المنتشر فی الافق (البحر الرائق ج ۱ ص ۲۴۵، کتاب الصلاۃ، وقت الفجر)

وفی منحۃ الخالق:

(قولہ والظاھر الاخیر) قال فی النھر اقول بل ھو الاول ویدل علیہ مافی حدیث

جبريل الذى هو اصل الباب ثم صلى بى الفجر يعنى فى اليوم الاول حين بزق وحرم الطعام على الصائم (منحة الخالق على هامش البحر الرائق ج ا ص ۲۴۵)

وفى دررالحكام شرح غررالاحكام :

اختلف المشائخ فى انه هل العبرة لاول طلوعه او لاستطارته او لانتشاره، وقال صاحب البحر على سبيل البحث، والظاهر انه الاخير لتعريفهم الصادق به اه.

وهو ظاهر كلام المصنف رحمه الله لتعريفه به قلت والذى يظهر لى ان العبرة بمجرد طلوعه ولا ينافيه التعريف لان من شانه الانتشار فلا يتوقف على انتشاره لانه لايكون بعد مضى جانب منه، يؤيده لفظ الحديث (ثم صلى الفجر حين بزغ الفجر وحرم الطعام على الصائم)(دررالحكام شرح غررالاحكام ، كتاب الصلاة، وقت الفجر)

حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمہ اللہ تفسیر معارفُ القرآن میں حضرت بلال وابنِ ام مکتوم رضی اللہ عنہما کی اذان والی حدیث درج کرنے کے بعد تحریر فرماتے ہیں:

اس حدیث کے ناتمام نقل کرنے سے بعض معاصرین کو یہ غلط فہمی پیدا ہوگئی اذان فجر کے بعد بھی کچھ دیر کھایا پیا جائے تو مضائقہ نہیں، اور جس شخص کی آنکھ دیر میں کھلی کہ صبح کی اذان ہورہی تھی اس کے لئے جائز کردیا کہ وہ جلدی جلدی کچھ کھالے، حالانکہ اسی حدیث میں واضح طور پر بتلادیا گیا ہے کہ اذان ابنِ ام مکتوم رضی اللہ عنہ جو ٹھیک طلوعِ فجر کے ساتھ ہوتی تھی اس پر کھانے سے رک جانا ضروری ہے، اس کے علاوہ قرآن کریم نے خود جو حد بندی فرمادی ہے وہ طلوعِ صبح کا تیقن ہے، اس کے بعد ایک منٹ کے لئے بھی کھانے پینے کی اجازت دینا نصِ قرآن کی خلاف ورزی ہے، صحابۂ کرام اور اسلافِ امت سے جو افطار وسحر میں مساہلت کی روایات منقول ہیں، ان سب کا محمل نصِ قرآن کے مطابق یہی ہوسکتا ہے کہ تیقن صبحِ صادق سے پہلے پہلے زیادہ احتیاطی تنگی اختیار نہ کی جائے، امام ابنِ کثیر نے بھی ان روایات کو اسی بات پر محمول فرمایا ہے، ورنہ نصِ قرآنی کی صریح مخالفت کو کون مسلمان برداشت کرسکتا ہے، اور صحابۂ کرام سے تو اس کا تصور بھی نہیں کیا جاسکتا، خصوصاً جب کہ قرآن کریم نے اسی آیت کے اخیر میں ''تلک حدود اللہ'' کے ساتھ ''فلاتقربوھا'' فرما کر خاص احتیاط کی تاکید بھی فرمادی

ہے(تفسیر معارف القرآن ج۱ص۴۵۵)

اوراگراس کے باوجودبھی کسی کواوسع قول پراصرار ہوتواس کو یہ بات ملحوظ رکھنا ضروری ہے کہ روزہ کے معاملہ میں احوط ہی پرعمل کرناواجب ہے،البتہ نمازِ فجر کے معاملہ میں اوسع قول کالحاظ کرنے میں کوئی مانع نہیں ہے۔

چنانچہ فتاویٰ ہندیہ میں ہے:

اختلف المشائخ فی ان العبرة لاول طلوع الفجر الثانی او لاستطارته وانتشاره كذافی المحيط والثانی اوسع واليه مال اكثر العلماء، هكذا فی مختار الفتاوی والاحوط فی الصوم والعشاء اعتبار الاول وفی الفجر اعتبار الثانی، كذافی شرح النقاية للشيخ ابی المكارم (الفتاویٰ الهندية، ج ا ، كتاب الصلاة، الفصل الاول فی اوقات الصلاة)

اورعلامہ ظفراحمدعثمانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

العبرة لاول طلوع الفجر الثانی لا لاستطارته وانتشاره خلافا لما رجحته فی الاعلاء من الاعتبار بالانتشار تبعا لما مال اليه اكثر العلماء، لكون النص قد علق الحكم علی التبين ولايكون الا بالانتشار وهٰذا انما كان يصح لوكان النص علق الحكم علی تبين الفجر وأما اذا علقهٗ علی تبين خط الفجر من خط الليل فلا، فان تبين هٰذا الخط من ذاک إنما يكون فی اول طلوع الفجر وعند الانتشار ينمحی خط الليل كما هو مشاهد فافهم. وعمل سيدی حكيم الامة علی تقديم الإمساک عن مخطورات الصوم إذا قرب الفجر وهو الأحوط، بل لايجوز خلافه، لما فيه من خشية الوقوع فی المحظور. والله تعالیٰ أعلم (احكام القرآن للتهانوی، جلد ۱ صفحه ۲۴۷)

انتہائے سحروابتدائے فجر سے متعلق تیارشدہ کون سانقشہ معتبر ہے؟

(۴)......انتہائے سحر وابتدائے فجر سے متعلق جو نقشے پہلے سے چلے آرہے ہیں، وہ عام طور پر سورج کے اٹھارہ درجے زیرِ اُفق کے مطابق تیار شدہ ہیں، اکابر نے ان نقشوں کے مطابق صبح صادق کا بارہا مشاہدہ کرکے ان کو درست قرار دیا ہے(ملاحظہ ہو: نوادرُالفقہ،جلد۲،صفحہ۹۰ تا۹۱وصفحہ۹۶ تا۹۸،فتاویٰ عثمانی،کتاب الصلاۃ، جلدِ اول صفحہ۳۸۷و۳۸۸،وصفحہ۳۹۴و۳۹۵)

اور ہمارا عمل بھی انہی کے مطابق ہے،نیز ہمارے ادارہ غفران سے شائع شدہ دائمی نقشہ بھی اسی کے مطابق ہے۔

البتہ ان نقشوں میں باہم جو دوچار منٹ کا فرق ہوتا ہے، وہ یا تو احتیاط شامل کرنے نہ کرنے کی وجہ سے

Idara Ghufran

ہوتا ہے، اور یا پھراس وجہ سے بھی ہوجاتا ہے، کہ بعض نقشے وسیع علاقے کے لئے تیار کئے جاتے ہیں، جن میں وسیع علاقے کے وقت کا لحاظ کیا جاتا ہے، اور بعض مختصر علاقے کے لئے تیار کئے جاتے ہیں جن میں اس کے لحاظ کی ضرورت نہیں ہوتی۔

البتہ بعض اہلِ علم حضرات کی تحقیق یہ ہے کہ صبح صادق سورج کے پندرہ درجے زیرِ اُفق پر ہوتی ہے، اوراس سے پہلے صبح کاذب ہوتی ہے، ان حضرات کی تحقیق کے مطابق صبح صادق پندرہ بیس منٹ بعد ہوتی ہے، لیکن اولاً تو یہ تحقیق اکثر اکابر نے قبول نہیں کی، اور دوسرے سحری کے معاملہ میں ان پر عمل کرنے میں روزے کے ضائع ہونے کا بھی خطرہ ہے، اس لئے سحری کے بند کرنے کے معاملہ میں سورج کے اٹھارہ درجہ زیرِ اُفق نقشوں کے مطابق ہی عمل کرنا چاہئے، البتہ اگرکوئی فجر کی نماز کے بارے میں احتیاط کو اختیار کرے، اورسورج کے پندرہ درجہ زیرِ اُفق کے مطابق تیارشدہ نقشوں کی رُو سے صبح صادق ہونے کے وقت کے بعد فجر کی نماز ادا کرے، تو بہت اچھا ہے، لیکن ضروری نہیں۔

الفجر وهو ثلاثة انواع :اولها مستدق مستطيل منتصب يعرف بالصبح الكاذب و يلقب بذنب السرحان و لا يتعلق به شيء من الاحكام الشرعية و لا من العادات الرسمية.

والنوع الثاني منبسط في عرض الافق مستدير كنصف دائرة يضيئ به العالم فينتشر له الحيوانات والناس للعادات وتنعقد به شروط العبادات .

والنوع الثالث حمرة تتبعها و تسبق الشمس و هو كالاول في باب الشرع و علىٰ مثله حال الشفق فان سببهما واحد و كونهما واحد .

و هو ايضاً ثلاثة انواع مخالفة الترتيب لما ذكرنا ، و ذالك ان الحمرة بعد غروب الشمس اول انواعه ، و البياض المنتشر ثانيها ، و اختلاف الائمة في اسم الشفق على ايهمايقع اوجب ان يتنبه لهما معاً . والثالث المستطيل المنتصب الموازى للذنب السرحان ، و انما لا يتنبه الناس له لأن وقته عند اختتام الاعمال و اشتغالهم بالاكتنان، واما وقت الصبح فالعادة فيه جارية باستكمال الراحه و التهيؤللتصرف فهم فيه منتظرون طليعة النهار ليأخذوا في الانتشار فلذالك ظهر لهم هٰذا و خفي ذالك ، و بحسب الحاجة الى الفجر و الشفق رصد اصحاب هٰذه الصناعة امره فحصلوا من قوانين وقته ان انحطاط الشمس تحت الافق متىٰ كان ثمانية

عشر جزءً اکان ذالک الوقت طلوع الفجر فی المشرق و وقت مغیب الشفق فی المغرب و لمّا لم یکن شیاً معیناً بل بالاول مختلطاً اختلف فی ھٰذا القانون فراٰہ بعضھم سبع عشر جزءً (القانون المسعودی جلد دوم،المقالۃ الثامنۃ)

والظاھر ان التنفس فی الآیۃ اشارۃ الی الفجر الثانی الصادق وھو المنتشر ضوء ہ معترضا بالافق بخلاف الاول الکاذب وھو ما یبدو مستطیلا واعلاہ اضوأ من باقیہ ثم یعدم وتعقبہ ظلمۃ او یتناقض حتی ینغمر فی الثانی علی زعم بعض اھل الھیئۃ او یختلف حالہ فی ذالک تارۃ وتارۃ بحسب الازمنۃ والعروض ماقیل......ثم الظاھر ان تنفس الصبح وضیائہ بواسطۃ قرب الشمس الی الافق الشرق بمقدار معین وھو فی المشھور ثمانیۃ عشر جزء ا (روح المعانی، سورۃ التکویر)

محمد رضوان ۔۲۱/ شعبان ۱۴۲۹ھ ۔دارالافتاءوالاصلاح،ادارہ غفران،راولپنڈی

جمعۃُ المبارک کے فضائل واحکام

جمعۃُ المبارک کی رات اوردن اور جمعۃُ المبارک کی نماز کے فضائل واحکام

جمعہ کا نام جمعہ کیوں رکھا گیا، اس دن اللہ تعالیٰ کی طرف سے کیا کیا اہم کام انجام دیئے گئے؟اوراس دن آئندہ کیا کیا اہم کام انجام دیئے جائیں گے؟ جمعہ کے دن اور جمعہ کی نماز کے متعلق قرآن وسنت اور فقہ میں بیان شدہ مفصل فضائل خواتین اورمردحضرات کے لیے جمعہ کے دن ورات کے مسنون ومستحب اعمال،اورمنکرات کا تحقیقی جائزہ۔

مؤلف:مفتی محمد رضوان

اداہ غفران چاہ سلطان راولپنڈی

علماء،مشائخ،ماہرینِ علومِ دینیہ اورار بابِ فقہ وفتاویٰ کے لئے خصوصی پیش کش

دینی مدارس،علمی مراکز،اوردینی وتحقیقی اداروں کے لئے مفید سلسلہ

ادارہ غفران ٹرسٹ راولپنڈی کے ترجمان ماہنامہ ''التبلیغ'' کا

علمی وتحقیقی سلسلہ نمبر 13

''ضرورت وحاجت اوراستقراض بالربح کی تحقیق'' شائع ہوگیا ہے۔

﴿خواہش مند حضرات ناظم ماہنامہ ''التبلیغ'' سے رجوع فرمائیں﴾

کیا آپ جانتے ہیں؟ ترتیب: مفتی محمد یونس

دلچسپ معلومات، مفید تجزیات اور شرعی احکامات پر مشتمل سلسلہ

سوالات وجوابات

۲۰ ربیع الاول ۱۴۲۴ھ بعد نماز جمعہ کے سوالات اور حضرت مدیر کی طرف سے ان کے جوابات

ان مضامین کو ریکارڈ کرنے کی خدمت مولانا محمد ناصر صاحب نے، ٹیپ سے نقل کرنے کی خدمت مولانا ابرار حسین ستی صاحب نے اور نظرِ ثانی، ترتیب وتخریج نیز عنوانات قائم کرنے کی خدمت مولانا مفتی محمد یونس صاحب نے انجام دی ہے، اللہ تعالیٰ ان سب کی خدمات کو شرفِ قبولیت عطا فرمائیں......ادارہ

مسواک کرنے، پکڑنے کا طریقہ

سوال:......مسواک کرنے اور پکڑنے کا مسنون طریقہ بیان کر دیں، نیز مسواک کا سائز کتنا ہونا چاہئے؟

جواب:......مسواک پکڑنے کا طریقہ یہ ہے (یہاں پر حضرت نے اپنی جیب سے مسواک نکال کر عملاً مسواک پکڑنے کا طریقہ بتلایا کہ انگوٹھا اور چھنگلیا مسواک کے نیچے تھی اور باقی تینوں انگلیاں مسواک کے اوپر تھیں)

اور مسواک کرنے کا طریقہ یہ ہے، کہ دانتوں میں دائیں سے بائیں کو کیا جائے، بعض حضرات نے یہ فرمایا ہے کہ مسواک دانتوں کی لمبائی میں یعنی نیچے سے اوپر اور اوپر سے نیچے کی طرف کو کی جائے۔

مگر راجح اور صحیح بات یہ ہے کہ دانتوں کی لمبائی میں کی جائے، یعنی دائیں سے بائیں کو کی جائے، اوپر سے نیچے اور نیچے سے اوپر کو نہ کریں، اور چونکہ اصولی طور پر اوپر کو نیچے پر اور دائیں کو بائیں پر فوقیت حاصل ہے اس لئے طریقہ یہ ہوا کہ پہلے اوپر والے دانتوں کے دائیں طرف کی جائے، یعنی دائیں طرف کی ابتداء سے نصف تک، پھر اوپر والے دانتوں کی بائیں طرف، یعنی نصف سے بائیں طرف کے اخیر تک، پھر نیچے والے دانتوں کی دائیں طرف، یعنی دائیں طرف کی ابتداء سے نصف تک، پھر نیچے والے دانتوں کی بائیں طرف یعنی نصف سے بائیں طرف کے اخیر تک، یعنی دائیں طرف کے اوپر والے دانتوں سے شروع کی جائے اور بائیں طرف نیچے والے دانتوں پر ختم کی جائے (عمدۃ الفقہ جلد اصفحہ ۱۳۱)

مسواک کی لمبائی اور موٹائی

سوال میں لفظ ''سائز'' تھا، اس بارے میں فرمایا کہ، یہاں مقدار کہنا چاہئے تھا، کیونکہ سائز انگریزی کا لفظ ہے۔ بہرحال اس کا جواب یہ ہے کہ بہتر یہ ہے کہ اس کی مقدار چھوٹی انگلی یا کسی اور انگلی کے برابر موٹی ہو، اگرچہ انگوٹھے کے برابر موٹی ہوتب بھی جائز تو ہے۔

مگر بہتر یہ معلوم ہوتا ہے، کہ چھوٹی انگلی یا کسی اور انگلی کے برابر موٹی ہو، بعض لوگ تو سوٹے کا سوٹا ہی رکھتے ہیں، اور جب اس سوٹے کو چلاتے ہیں تو وہ معاملہ ہوجاتا ہے، کہ اوکھلی کا سوراخ موصل سے چھوٹا ہوجائے، تو ایسی صورت میں موصل اوکھلی میں کیسے جائے گا؟

پھر وہ مسواک کرتے ہیں، اور کہتے ہیں کہ مسواک کرنے سے مسوڑھوں میں زخم ہوجاتا ہے، تو ظاہر ہے کہ ایسی صورت میں مسوڑھوں میں زخم تو ہوگا ہی، کیونکہ جب دانتوں کی بجائے مسوڑھوں کو بھی رگڑا جائے گا تو ظاہر کہ مسوڑھے تو نازک ہیں یہ گوشت ہیں ہڈی تو نہیں ہیں اس لئے زخمی تو ہوں گے۔

جہاں تک مسواک کی لمبائی کا تعلق ہے تو اس کی لمبائی زیادہ سے زیادہ ایک بالشت تک ہونی چاہئے، یعنی ابتدا میں اتنی ہونی چاہئے، اس سے کم نہ ہو، ہاں اگر اس کے بعد استعمال کرتے کرتے کم ہوجائے تو کوئی حرج نہیں۔

پھر بعض لوگ یہ بھی پوچھتے ہیں کہ استعمال کرتے کرتے یہ کم از کم کتنی چھوٹی ہو تو اس کو چھوڑ دیا جائے، تو اس بارے میں یہ عرض ہے کہ جتنی چھوٹی آپ استعمال کرسکتے ہوں، اتنی چھوٹی جائز ہے، اور یہ آپ کا اپنا ہنر اور کمال ہے۔

بعض لوگ بڑی تو استعمال کرسکتے ہیں لیکن چھوٹی استعمال نہیں کرسکتے اور بعض چھوٹی بھی کرلیتے ہیں ، تو اصل بات یہ ہے کہ جب تک استعمال کے قابل رہے، اس وقت تک استعمال کرتے رہیں اور جب استعمال کرنے کے قابل نہ رہے تو استعمال کرنا چھوڑ دیں، اس کی کوئی مقدار مقرر نہیں کرسکتے، اس کی ایک وجہ یہ ہے کہ بہت سی مسواکیں چھوٹی ہونے کے باوجود بھی قابل استعمال رہتی ہیں اور بعض ایسی ہیں کہ وہ تھوڑی سی بڑی بھی ہیں لیکن پھر بھی ناقابل استعمال ہوجاتی ہیں۔

پھر مسواک میں ایک سنت یہ ہے کہ وہ کڑوی ہو، یعنی کڑوے درخت کی شاخ یا جڑ کی ہو اور کڑوی کے اندر بھی یہ ہے کہ زہروالی کڑواہٹ اس میں نہ ہو، بلکہ جراثیم کش ہو، یہ نہ ہو کہ زہر جسم میں چلا گیا اور وہ نقصان

پہنچائے ،اور کڑوی اس وجہ سے ہونی چاہئے تاکہ منہ اور دانتوں کے جراثیم دُور ہوں اور جو چیز دانتوں کے درمیان لگی ہوئی رہ جاتی ہے اس کو بھی کاٹ دے،بعض چیزوں کے اثرات ہوتے ہیں کہ وہ چکنے پن کو دور کر دیتی ہیں، جیسے زیتون ہے اس میں یہ اثر ہے، کہ وہ جراثیم بھی مارتا ہے اور اس کے ساتھ ساتھ صفائی بھی کرتا ہے، کہ اس سے چکناہٹ دور ہو جاتی ہے (ملاحظہ ہو: عمدۃ الفقہ جلد اص ۱۳۰ و ۱۳۱)

آج کل مسواک کے بجائے ٹوتھ پیسٹ استعمال کیا جاتا ہے، اس کا مسئلہ بھی سُن لیجیے کہ اگر کوئی سنت کے مطابق مسواک کرے تو اسے ٹوتھ پیسٹ کی ضرورت نہیں پیش آ سکتی ، یہ ہم لوگوں کی اپنی سوچیں ہیں، کہ ہم ٹوتھ پیسٹ سے متاثر ہوتے ہیں، اور مسواک سے متاثر نہیں ہوتے ، کیوں کہ ہم ایک دفعہ ٹوتھ پیسٹ کر کے دیکھتے ہیں کہ دانت کیسے ہیں؟ اور ایک دفعہ مسواک کر کے دیکھتے ہیں کہ دانت کیسے ہیں؟

تو ظاہر ہے کہ ٹوتھ پیسٹ تیز چیز ہے، اس لئے اس نے نقدی کام کرنا ہے، اگرچہ اس سے بعد میں کتنا ہی نقصان ہوتا رہے، اس کی کیا پرواہ؛ مگر مسنون مسواک کا فائدہ تدریجی اور آہستہ آہستہ دیرپا ہوتا ہے، بشرطیکہ اہتمام کیا جائے۔

ٹوتھ پیسٹ دراصل دانتوں کی صفائی کے لیے ایلوپیتھک طریقۂ علاج ہے اور ایلوپیتھک دوائیوں کی مثال ایسی ہے کہ یہ پیٹ کے اندر ایک کیڑا ہے، اس کیڑے کو مارنے کے لئے چوہا چھوڑ دیتے ہیں، اب چوہے نے اندر گھر بنالیا، اس کے بعد چوہے کے علاج کے لئے بلی چھوڑتے ہیں، اب چوہا تو باہر نکل گیا لیکن اب بلی نے گھر بنالیا، یعنی ایک بیماری تو ماردی لیکن اس سے بڑی بیماری نے جنم لے لیا، تو وہ دوا چھوٹی بیماری کو مارنے والی ہوتی ہے، اور خود بڑی بیماری ہوتی ہے، اب جب دیکھا کہ بلی بڑی خطرناک ہے، کہ اس نے اندر گھر بنالیا ہے تو کتا چھوڑتے ہیں، کتا جب اندر گیا تو اس نے بلی کو تو ختم کر دیا مگر خود ڈیرے ڈال لئے ،اب جب کتا اندر آ گیا تو اس کے بعد تو قبر ہی کا نمبر ہے، پھر آہستہ آہستہ قبر میں ہی پہنچا دیتے ہیں۔

اس کی ایک مثال دی جاتی ہے، کہ اگر آپ نے اس دیوار کا پلستر اتار کر اس پر ٹائلیں لگانی ہیں تو اس کی ایک شکل تو یہ ہے کہ آپ بڑے بڑے ہتھوڑے لے کر اس پر مارنا شروع کر دیں، ظاہر ہے اس سے سیمنٹ تو اتر جائے گا لیکن اس سے دیوار میں دراڑیں پڑ جائیں گی، اور ایک شکل یہ ہے کہ آہستہ آہستہ اتاریں؛ ایک اور مثال سے سمجھ لیجئے کہ ناریل پر سے اگر چھلکا اتارنا ہو تو اس پر ہر طرف سے آہستہ آہستہ چوٹیں لگائی جاتیں ہیں تو اس سے اس کے اندر سے کھوپرے کی کی پوری گری نکل سکتی ہے، اور چھلکے سے

علیحدہ بھی ہو جاتی ہے، لیکن اگر اس پر زور زور سے ہتھوڑے وغیرہ سے چوٹیں لگائی جائیں تو وہ گری بھی ٹوٹ جاتی ہے، اور اس سے علیحدہ بھی نہیں ہوتی۔

تو یہی معاملہ ٹوتھ پیسٹ کا ہے کہ اس میں اتنے تیز کیمیکل ڈالتے ہیں کہ وہ بظاہر تو صفائی کر دیتے ہیں لیکن تیزی کی وجہ سے اندر سے کھوکھلا کر دیتے ہیں، تیزاب کی طرح جس طرح اگر تیزاب کو جسم پر ڈالا جائے تو نہ صرف یہ کہ وہ بالوں کو صاف کر دے گا، بلکہ گوشت وغیرہ کو بھی خراب کر دیتا ہے، اور اس سے مسوڑھوں پر بھی اثر پڑتا ہے، اور وہ کمزور ہو جاتے ہیں۔

اور نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ دانت بڑے چمکیلے نظر آ رہے ہوتے ہیں لیکن ہل رہے ہوتے ہیں، اور ہم لوگوں کی آنکھوں پر تو میڈیا نے پردہ ڈال دیا ہے کہ میڈیا پر جو کچھ آ رہا ہے اس سے متاثر ہو جاتے ہیں، مگر مسواک کو ایک آدھ بار نہیں بلکہ مسلسل استعمال کریں۔

اس لئے کہ سنت یہ ہے کہ ہر نماز کے ساتھ وضو کرتے وقت مسواک کی جائے، اور طریقہ بھی میں نے بتلا دیا اور کیفیت بھی بتلا دی کہ وہ نہ زیادہ سخت ہو اور نہ زیادہ نرم ہو، زیادہ سخت ہو گی تو مسوڑھوں کو چھیل دے گی اور اگر زیادہ نرم ہو تو کچھ بھی اثر نہیں کرے گی، کیونکہ وہ سوراخوں سے کچھ بھی نہیں نکال سکے گی زیادہ موٹی ہو گی تو پھر سوٹا چلنے والی بات ہو گی، اور اگر زیادہ باریک ہو گی تو پھر بھی درزوں سے کچھ نہیں نکال سکے گی، تو اس لئے ان تمام چیزوں کی رعایت کریں گے تو پھر یہ سب فوائد حاصل ہوں گے، اور بڑے بڑے فوائد حاصل ہوں گے، اور ایک اعلیٰ فائدہ مسواک کا یہ بتلایا گیا کہ مرتے وقت کلمہ نصیب ہوگا (عمدۃ الفقہ ج۱ص۱۲۸)

یہ کچی بات نہیں کہہ رہا ہوں، لوگ سمجھ رہے ہوں گے یہ مولویوں کی باتیں ہیں، کیونکہ یہ کسی پروفیسر نے تو بات نہیں کہی، بلکہ ایک ملا بات کر رہا ہے، پروفیسر یعنی پھرا ہوا سر، پروفیسر اصل میں دینی تعلیم یافتہ کا نام نہیں تھا، تعلیم تو کالج میں حاصل کی لیکن دین کے ٹھیکیدار بن بیٹھے، اس کو پھرا ہوا سر کہنا صحیح ہے، کیونکہ جو چیز پڑھی ہے، اسی کا پروفیسر رہنا چاہئے، پڑھی تو دنیا کی تعلیم ہے، اور ٹھیکیدار دین کے بن بیٹھے، تو اس لئے ان کو پھرے ہوئے سر کہا جاتا ہے۔

تو مسواک کی سنت کا ایک اعلی فائدہ یہ ہے کہ اس سے مرتے وقت کلمہ نصیب ہوتا ہے، اور فوائد دوسرے بھی بے شمار ہیں، اور یہ ادنیٰ فائدہ ہے کہ اس سے دانت صاف ہوتے ہیں۔

بتائیے کہ جب موت آئے گی تو دانتوں پر بھی موت آئے گی یا نہیں، یا قبر میں دانت کچھ کام دے دیں

گے، کیونکہ بڑے بڑے ولی بغیر دانتوں کے بھی تو قبر میں جاتے ہیں، تو اس لئے دانت اصل نہیں، بلکہ اصل چیز مرتے وقت کلمہ اور ایمان کی دولت نصیب ہونا ہے، اور یہ فائدہ بڑے سے بڑا ٹوتھ پیسٹ نہیں پہنچا سکتا، بلکہ یہ فائدہ مسواک پہنچا سکتی ہے۔

اور ٹوتھ پیسٹ جو فائدہ پہنچا رہا ہے، اولاً تو وہ بہت چھوٹا سا فائدہ ہے، اور دوسرے وہ حقیقت میں فائدہ بھی نہیں، وہ دانتوں کو جو ہلا رہا ہے، کہ نہ رہے گا بانس نہ بجے گی بانسری، اللہ تعالیٰ نے قدرتی چیزوں کے اندر بہت فوائد رکھے ہیں، اور وہ فوائد کیمکلوں (chemicals) میں نہیں رکھے۔

آپ نے دیکھا ہوگا کہ پہلے چولہوں میں گھروں کے اندر لکڑیاں جلتی تھیں، اور ان جلی ہوئی لکڑیوں کے کوئلوں کو سکھا کر ان سے منجن بنایا جاتا تھا، کہ سکھانے کے بعد ان کو پیس کر ان میں تھوڑی سی پھٹکڑی ڈال دی، تو اس سے دانتوں میں کیڑوں کا تو نام ونشان بھی نہیں ہوتا تھا، جبکہ آج کل ہر طرح کے برش بھی آ رہے ہیں، اور طرح طرح کے ٹوتھ پیسٹ بھی ہر گھر میں رکھے ہوئے ہیں۔

لیکن اس کے باوجود ہم رات دن دیکھتے ہیں کہ چھوٹے چھوٹے بچوں کے دانتوں تک میں کیڑے لگ رہے ہیں، بڑا تعجب ہوتا ہے، وجہ اس کی یہی ہے کہ ہم نے سنت سے اعراض کرلیا، ہمارا یقین سنت سے ہٹ گیا، دین سے ہٹ گیا اور یہ جو یہودی اور عیسائی بیٹھے ہوئے ہیں، اور ہمیں یقین دلا رہے ہیں، کہ ان چیزوں سے کامیابی ملے گی، کہ ان کے استعمال سے دانت کامیاب ہوں گے مضبوط ہوں گے، تو اس ناپائیداری کو ہم نے پائیداری سمجھا ہوا ہے، ان کے دعووں کو ہم نے کامیابی سمجھ لیا۔

ماہِ رمضان کے فضائل واحکام

اس رسالہ میں قرآن وحدیث اور فقہ کی روشنی میں اسلامی سال کے نویں مہینہ ''ماہِ رمضان'' اور اس سے متعلق فضائل واحکام، منکرات وبدعات کو تفصیل کے ساتھ بیان کیا گیا ہے۔ چنانچہ رمضان کے مہینہ کے فضائل واحکام، چاند کے فضائل واحکام، روزے کے فضائل واحکام، سحری کے فضائل واحکام، افطاری کے فضائل واحکام، تراویح کے فضائل واحکام، شبِ قدر کے فضائل واحکام، اعتکاف کے فضائل واحکام، اوران سے متعلق رائج منکرات وبدعات کو مدلّل ومفصّل انداز میں بیان کیا گیا ہے۔

مصنّف: مفتی محمد رضوان

ادارہ غفران: چاہ سلطان راولپنڈی پاکستان

عبرت کدہ ﴿اِنَّ فِیْ ذَالِکَ لَعِبْرَۃً لِّاُولِی الْاَبْصَارِ﴾ ابوجویریہ

عبرت وبصیرت آمیز حیران کن کائناتی تاریخی اور شخصی حقائق

حضرت اسماعیل علیہ السلام (قسط۸)

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے بیٹے سے یہ بھی فرمایا کہ:

فَانْظُرْ مَاذَاتَرٰی (سوتم بھی سوچ لو کہ تمہاری کیا رائے ہے؟)

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے یہ بات حضرت اسمٰعیل علیہ السلام سے اس لئے نہیں پوچھی کہ آپ کو حکمِ الٰہی کی تعمیل میں کوئی تردُّد تھا۔

بلکہ ایک تو وہ اپنے بیٹے کا امتحان لینا چاہتے تھے کہ وہ اس آزمائش میں کس حد تک پورے اُترتے ہیں؟

دوسرے انبیاء علیہم السلام کا طرز ہمیشہ یہ رہا ہے کہ وہ احکامِ الٰہی کی اطاعت کے لئے تو ہروقت تیار رہتے ہیں، لیکن اطاعت کے لئے ہمیشہ راستہ وہ اختیار کرتے ہیں جو حکمت اور حتی المقدور سہولت والا ہو۔

اور ایک مقصد یہ بھی تھا کہ مشورہ کرنے کا طریقہ بھی جاری ہوجائے۔ [۱]

اگر حضرت ابراہیم علیہ السلام پہلے سے کچھ کہے بغیر بیٹے کو ذبح کرنے لگتے ،تو یہ دونوں کے لئے ایک مشکل معاملہ ہوتا،اب یہ بات آپ نے مشورہ کے انداز میں بیٹے سے اس لئے ذکر کی کہ بیٹے کو پہلے سے اللہ کا یہ حکم معلوم ہوجائے گا تو وہ ذبح ہونے کی اذیت سہنے کے لئے پہلے سے تیار ہوسکے گا، اور اگر بیٹے کے دل میں کچھ تذبذُب ہوا بھی تو اسے سمجھایا جاسکے گا (روح المعانی وبیان القرآن) [۲]

---

[۱] (فانظر ماذا تری)من الرأی، وانما شاورہ فی ذالک وھو حتم لیعلم ماعندہ فیما نزل من بلاء اللہ عزوجل فیثبت قدمہ ان جزع ویأمن علیہ ان سلم ولیوطن نفسہ علیہ فیھون علیہ ویکتسب المثوبۃ بالانقیاد لامر اللہ تعالیٰ قبل نزولہ ولیکون سنۃ فی المشاورۃ (روح المعانی تحت سورہ صافات)

[۲] وانما اعلم ابنہ بذالک لیکون اھون علیہ ولیختبر صبرہ وجلدہ وعزمہ من صغرہ علی طاعۃ اللہ تعالیٰ وطاعۃ ابیہ (تفسیر ابنِ کثیر تحت سورہ صافات آیت ۱۰۱)

وان کان حتما من اللہ لیعلم ماعندہ من تلقی ھذا الامتحان العظیم ویصبرہ ان جزع، ویوطن نفسہ علی ملاقاۃ ھذاالبلاء ، وتسکن نفسہ لما لابدہ منہ، اذ مفاجأۃ البلاء قبل الشعوربہ اصعب علی النفس(تفسیر البحرالمحیط تحت سورہ صافات)

Idara Ghufran

لیکن وہ بیٹا بھی اللہ کے خلیل علیہ السلام کا بیٹا تھا اور اسے خود منصبِ رسالت پر فائز ہونا تھا، اس نے جواب میں کہا:

یَآاَبَتِ افْعَلْ مَاتُؤْمَرُ (ابّا جان جس بات کا آپ کو حکم دیا گیا ہے اُسے کرگزر ریئے)

اس سے حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کے بے مثال جذبۂ جاں سپاری کی تو شہادت ملتی ہی ہے۔

اس کے علاوہ یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ اس کم سنی ہی میں اللہ نے انہیں کیسی ذہانت اور کیسا علم عطا فرمایا تھا۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ان کے سامنے اللہ کے کسی حکم کا حوالہ نہیں دیا تھا، بلکہ صرف ایک خواب کا تذکرہ فرمایا تھا۔

لیکن حضرت اسمٰعیل علیہ السلام سمجھ گئے، کہ انبیاء علیہم السلام کا خواب وحی ہوتا ہے، اور یہ خواب بھی درحقیقت حکمِ الٰہی کی ہی ایک شکل ہے۔ چنانچہ انھوں نے جواب میں خواب کے بجائے حکمِ الٰہی کا تذکرہ فرمایا:

سَتَجِدُنِیْٓ اِنْ شَآءَ اللّٰہُ مِنَ الصّٰبِرِیْنَ

انشاءاللہ آپ مجھے صبر کرنے والوں میں سے پائیں گے

اس جملے میں حضرت حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کی غایتِ ادب اور غایتِ تواضع کو دیکھئے۔

ایک تو اِنْ شَــآءَ اللّٰہُ کہہ کر معاملہ اللہ کے حوالہ کردیا اور اس وعدے میں دعوے کی جو ظاہری صورت پیدا ہوسکتی تھی اسے ختم فرمادیا۔

دوسرے آپ یہ بھی فرما سکتے تھے کہ ’’آپ انشاءاللہ مجھے صبر کرنے والا پائیں گے‘‘ لیکن اس کے بجائے آپ نے فرمایا کہ ’’آپ مجھے صبر کرنے والوں میں سے پائیں گے‘‘

جس سے اس بات کی طرف اشارہ فرمادیا کہ یہ صبر وضبط تنہا میرا کمال نہیں ہے بلکہ دنیا میں اور بھی بہت سے صبر کرنے والے ہوئے ہیں، انشاءاللہ میں بھی ان میں شامل ہوجاؤں گا۔

اس طرح آپ نے اس جملے میں فخر وتکبر، خود پسندی اور پندار کے ہر ادنیٰ شائبے کو ختم کرکے اس میں انتہا درجے کی تواضع اور انکساری کا اظہار فرمادیا۔[1]

یہ فیضانِ نظر تھا یا کہ مکتب کی کرامت تھی ــــــ سکھائے کس نے اسماعیل کو آدابِ فرزندی

---

[1] (من الصابرین(دون صابرا وان کانت رؤوس الآی تقتضی ذالک من التواضع مافیه، قیل وفق للصبر ببرکته مع برکة الاستثناء وموسیٰ علیه السلام لما لم یسلک هذا المسلک من التواضع فی قوله:(ستجدنی ان شاء صابرا‘‘الکهف: ۶۹‘‘ حیث لم ینظم نفسه الکریمة فی سلک الصابرین بل اخرج الکلام علی وجه لایشعر بوجود صابر سواه لم یتسر له الصبر مع انه لم یهمل امر الاستثناء(روح المعانی تحت سوره صافات)

Idara Ghufran

اس سے یہ سبق ملتا ہے کہ انسان کو کسی معاملے میں اپنے اوپر خواہ کتنا ہی اعتماد ہو، لیکن اسے ایسے بلند بانگ دعوے نہیں کرنے چاہئیں جن سے غرور وتکبر ٹپکتا ہو، اگر کہیں ایسی کوئی بات کہنے کی ضرورت ہوتو الفاظ میں اس کی رعایت ہونی چاہئے، کہ ان میں اپنے بجائے اللہ پر بھروسہ کا اظہار ہو، اور جس حد تک ممکن ہو تواضع کے دامن کو نہ چھوڑا جائے۔

فَلَمَّآ اَسۡلَمَا (پس جب وہ دونوں جھک گئے)

اَسۡلَمَ کے معنٰی ہیں جُھک جانا، مطیع ہوجانا، رام ہوجانا۔ [۱]

مطلب یہ ہے کہ جب وہ اللہ کے حکم کے آگے جُھک گئے، یعنی باپ نے بیٹے کو ذبح کرنے کا اور بیٹے نے ذبح ہوجانے کا ارادہ کرلیا۔ [۲]

آگے یہ نہیں بتایا گیا کہ جب یہ واقعات پیش آچکے تو کیا ہوا؟

اس سے اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ باپ بیٹے کا یہ اقدامِ فداکاری اس قدر عجیب وغریب تھا کہ الفاظ اس کی پوری کیفیت کو بیان کر ہی نہیں سکتے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام اپنے بیٹے حضرت اسماعیل علیہ السلام کو مکہ مکرمہ سے منیٰ کی طرف ذبح کرنے کی نیت سے ایک چھری ساتھ لے کر چلے تھے۔

درمیان میں شیطان نے مختلف حیلوں سے بہکانے کی کوشش کی حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اللہ کے حکم سے اس کو کنکریاں ماریں اور شیطان کا مقابلہ کرتے ہوئے منیٰ میں پہنچ گئے۔

بعض تاریخی اور تفسیری روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ شیطان نے تین مرتبہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو بہکانے کی کوشش کی۔ ہر بار حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اسے سات کنکریاں مار کر بھگا دیا۔

آج تک منٰی کے تین جمرات پر اسی محبوب عمل کی یاد کنکریاں مار کر منائی جاتی ہے۔ [۳]

جو حج جیسی بڑی عبادت کا ایک لازم وواجب عمل ہے۔

---

[۱] استسلما وانقادا، ابراهيم امتثل امر الله واسماعيل طاعة الله وابيه (تفسیر ابنِ کثیر تحت سوره صافات آیت ۱۰۱)

[۲] نقادا وخضعا لامر الله تعالیٰ، قال قتادة: اسلم ابراهيم ابنه واسلم الابن نفسه (تفسیر البغوی تحت سوره صافات)

[۳] وقال الامام احمد: حدثنا سريج ويونس قالا حدثنا حماد بن سلمة عن ابى عاصم الغنوى عن ابى الطفيل عن ابن عباس انه قال: لما امر ابراهيم بالمناسک عرض له الشيطان عند السعى فسابقه فسبقه ابراهيم، ثم ذهب به جبريل الى جمرة العقبة، فعرض له الشيطان، فرماه بسمع حصيات حتى ذهب، ثم عرض له عندالجمرة الوسطىٰ فرماه بسبع حصيات الخ (تفسیر ابنِ کثیر تحت سوره صافات آیت ۱۰۱)

بعض تفسیری روایات میں جو غالباً اسرائیلیات سے ماخوذ ہیں یہ بھی آیا ہے کہ جب دونوں باپ بیٹے یہ انوکھی عبادت انجام دینے کے لئے قربان گاہ پر پہنچے تو حضرت اسمٰعیل علیہ السلام نے اپنے والد سے کہا کہ:

ابّا جان! مجھے خوب اچھی طرح باندھ دیجئے، تاکہ میں زیادہ تڑپ نہ سکوں، اور اپنے کپڑوں کو بھی مجھ سے بچائیے، ایسا نہ ہو کہ ان پر میرے خون کی چھینٹیں پڑیں تو میرا ثواب گھٹ جائے اس کے علاوہ میری والدہ خون دیکھیں گی تو انہیں غم زیادہ ہوگا اور اپنی چھری بھی تیز کر لیجئے۔

اور اسے میرے حلق پر ذرا جلدی جلدی پھیریئے گا تاکہ آسانی سے میرا دم نکل سکے، کیونکہ موت بڑی سخت چیز ہے، اور جب آپ میری والدہ کے پاس جائیں تو ان سے میرا سلام کہہ دیجئے گا۔

اور میرے پاس اس کے قمیص کے علاوہ اور کوئی کپڑا نہیں جس میں مجھے کفن دیا جاسکے، اس لئے آپ اس کو اتار دیجئے تاکہ اس میں مجھے آپ کفن دے دیں۔ [1]

---

[1] وفی الخبر: ان الذبیح قال لابراھیم علیه السلام حین اراد ذبحه: یاابت اشدد رباطی حتی لااضطرب، واکفف ثیابک لئلا ینتضح علیها شیئ من دمی فتراہ امی فتحزن، واسرع مرالسکین علی حلقی لیکون الموت اھون علی واقذفنی للوجه، لئلا تنظر الی وجھی فترحمنی، ولئلا انظر الی الشفرة فاجزع، واذ اتیت الی امی فاقرئها منی السلام (تفسیر قرطبی تحت سورہ صافات)

ومنها مافی حدیث اخرجه احمد وجماعة عن ابن عباس انه قال لابیه وکان علیه قمیص ابیض یاابت لیس لی ثوب تکفننی فیه غیرہ فاخلعه حتی تکفننی فیه فعالجه لیخلعه فکان ماقص اللہ عزوجل (روح المعانی تحت سورہ صافات)

صدقۂ جاریہ وایصالِ ثواب کے فضائل واحکام

صدقۂ جاریہ کی حقیقت اور نیکی کا ذریعہ بننے کی صورتیں، ایصالِ ثواب کا قرآن وسنت، اجماع اور شرعی قیاس سے ثبوت، مطلق اور عام ایصالِ ثواب کے منکر کا حکم، فقہ کے چاروں ائمہ کے سلسلہ کی کتابوں سے، مالی اور بدنی عبادات کے ذریعہ سے ایصالِ ثواب کا ثبوت، دعا واستغفار، ذکر وتلاوت، نماز، روزہ، صدقات وخیرات، حج وعمرہ، اور قربانی وغیرہ کے ذریعہ سے ایصالِ ثواب پر احادیث وروایات، ایصالِ ثواب کی شرائط، ایصالِ ثواب سے متعلق بدعات ورسوم، ایصالِ ثواب کے طریقے اور اس سے متعلق مختلف مسائل واحکام، اور ایصالِ ثواب کے منکرین کے شبہات واعتراضات کا جائزہ

مصنّف: مفتی محمد رضوان

طب وصحت

حکیم کلیم اختر مرزا

طبی معلومات ومشوروں کا مستقل سلسلہ

پاخانہ کی طبی تشخیص

صحت مند آدمی کا پاخانہ (جسے طبی زبان میں براز کہا جاتا ہے) یا صحیح پاخانہ وہ ہوتا ہے:

جس کے اجزاء ٹھوس اور یکساں حالت رکھتے ہوں یعنی پتلے اور ٹھوس اجزاء آپس میں گھلے ملے ہوں۔ اور خارج ہوتے وقت مقعد (پاخانہ خارج ہونے کے خاص مقام) میں کسی خاص قسم کی سوزش وجلن پیدا نہ کرے۔ رنگ ہلکا ناری وزردی مائل ہو۔ معتدل (درمیانہ) درجہ کی بُو ہو یعنی نہ ہی زیادہ بدبُو دار ہو اور نہ ہی بے بُو ہو۔ اور خارج ہونے کے وقت قراقر اور بقابق کی آوازیں پیدا نہ ہوں، نیز اس میں نہ تو جھاگ ہوں، اور نہ ہی ریاح کی کثرت ہو اور جتنی غذا کھائی ہو اس کے مطابق پاخانہ ہو اور مقررہ وقت پر آئے۔

پاخانہ سے مرض ومریض کی تشخیص کرتے وقت ان چیزوں کو مدّ نظر رکھا جاتا ہے:

(۱)......مقدار **(۲)**......رنگت **(۳)**...... ہیئت **(۴)**......قوام

(۱)......مقدار

پاخانہ کی مقدار بدنی حالات کے معلوم کرنے کیلئے مدد دیتی ہے۔ اس میں یہ دیکھا جاتا ہے کہ انسان نے جس قدر غذا استعمال کی ہے پاخانہ کی مقدار غذا کی مقدار سے کم ہے یا زیادہ، یا اس کے برابر۔ آنتوں پر صفراء نہ گرنے سے پاخانہ کی مقدار کم ہوجاتی ہے اور غذائی فضلات آنتوں میں رک جاتے ہیں، اگر یہ صورت کچھ دنوں تک قائم رہے تو قولنج (آنتوں کے درد) کی شکایت ہوسکتی ہے۔

بعض دفعہ پاخانہ کی کمی قوت دافعہ کی کمزوری اور قوت ماسکہ کی زیادتی سے بھی ہوسکتی ہے۔ اور قوت دافعہ کے قوی ہونے سے براز کی مقدار بڑھ جاتی ہے۔ اور اخلاط کی زیادتی بھی اس کا سبب بنتی ہے۔ اور اخلاط کی کمی براز کی کمی کا سبب بنتی ہے۔ آنتوں کی خشکی بھی براز کی کمی کا سبب بنتی ہے۔

(۲)......رنگت

گرم صفراوی بخاروں اور صفراوی امراض میں پاخانہ کا رنگ زیادہ زرد ہوجاتا ہے۔ اگر پاخانہ کے طبعی رنگ

Idara Ghufran

میں کمی آ جائے تو یہ اس چیز کی علامت ہے کہ صفراء آنتوں پر کم گر رہا ہے۔ پھر بھی پاخانہ سفید ہو جاتا ہے، پاخانہ کی سفیدی بلغم کی زیادتی پر بھی دلالت کرتی ہے۔

اگر سفیدی کے ساتھ پیپ بھی ہو اور ساتھ پیپ کی بدبُو بھی آ رہی ہو تو یہ احشاء (سینہ اور پیٹ کے اندرونی اعضاء) کے پھوڑے پھٹنے پر دلالت کرتا ہے۔ جب کوئی پھوڑا آنتوں کی جانب پھوٹ پڑتا ہے تو پاخانہ پیپ دار ہونے لگتا ہے اور ساتھ کچھ خون بھی شامل رہتا ہے اور بدبُو بھی آتی ہے۔

اگر آنتوں میں جریانِ خون ہو اور زخم کا مقام مقعد سے کافی فاصلہ پر ہو تو خون کا رنگ سرخی سے سیاہی میں تبدیل ہو جاتا ہے، اور اس صورت میں بدبُو ہوتی ہے۔

اگر بالکل پیپ جیسی سفید چیز پاخانہ میں خارج ہو تو یہ بلغمی مادہ ہوتا ہے جو کہ محنت چھوڑ دینے اور آرام طلبی اختیار کرنے سے آنتوں میں جمع ہوتا رہتا ہے کچھ عرصہ بعد بغیر مروڑ کے بآسانی خارج ہو جاتا ہے۔

سیاہ پاخانہ سوداوی مادہ کے زیادہ ہونے پر دلالت کرتا ہے اور اس کے ساتھ ترشی بھی پائی جائیگی۔ اگر سیاہ پاخانہ کے ساتھ سخت بدبُو ہو تو اس حالت میں موت واقع ہونے کا خطرہ ہوتا ہے۔

اور علاج معالجہ کے دوران سیاہ پاخانہ آئے تو یہ اچھی علامت ہوتی ہے۔ سبز رنگ کا پاخانہ شدتِ احتراق اور شدتِ انجماد کی دلیل ہے۔ اگر پاخانہ آسمانی رنگ کا ہو تو حرارت غریزی کے بُجھ جانے کی دلیل ہے۔ اسی طرح نیلے رنگ کا پاخانہ بھی حرارت غریزی کے فنا ہونے کی علامت ہے۔

(۳)......ہیئت

اگر پاخانہ پھولا ہو یعنی گائے کے گوبر کی طرح ہو تو پیٹ میں ریاح کی موجودگی پر دلالت کرتا ہے۔ اگر پاخانہ کرتے وقت آواز آئے اور جھاگ کی پیدائش ہو تو یہ ریاح کی کثرت اور تخمیری کیفیت کے باعث ہوتی ہے۔ عموماً اسہال (موشن) بلغم کی زیادتی سے، اور قبض سوداء کی زیادتی سے، اور پیچش صفراء کی زیادتی سے ہوتی ہے

(۴)......قوام

پاخانہ کا پتلا ہونا ہضم کی خرابی یا قوتِ ہاضمہ کے کمزور ہونے کی علامت ہوا کرتا ہے۔ اور فضلات کے تیزی سے خارج ہونے پر دلالت کرتا ہے، نیز قوت جاذبہ کی کمزوری پر بھی دلالت کرتا ہے۔ بعض اوقات کھٹی اور ترش اشیاء کھانے اور نزلات (وبلغم کی بدن میں موجودگی) بھی اس کا سبب بنتا ہے۔ ہیضہ کے مرض میں چاول کی پیچ کی طرح بالکل پتلے سفید پانی جیسے دست آتے ہیں۔

اخبار ادارہ — مولانا محمد امجد حسین

ادارہ کے شب وروز

□...... جمعہ ۵/۱۲/ ۱۹ شعبان کو تینوں مسجدوں (مسجد امیر معاویہ کوہاٹی بازار، مسجد بلال، صادق آباد، مسجد نسیم، گل نور مارکیٹ) میں جمعہ سے پہلے وعظ اور جمعہ کے بعد مسائل کی نشستیں منعقد ہوئیں۔

□...... جمعہ ۵/ شعبان حضرت مدیر صاحب کا بیان جناب نثار صاحب کے یہاں پسِ پردہ موجود مستورات میں ہوا۔

□...... جمعہ ۵/ شعبان کو بعد عصر تا عشاء ادارہ کے ہال میں ایک خصوصی فقہی اجلاس منعقد ہوا، جس میں راولپنڈی/ اسلام آباد کے معزز مفتیانِ کرام، حضرت مدیر صاحب ادارہ غفران اور ماہرِ فن جناب حضرت شبیر احمد کاکاخیل صاحب دامت برکاتہم شریک تھے، اجلاس میں غور وفکر اور بحث کے بعد اتفاقِ رائے سے یہ فیصلہ ہوا کہ صبح صادق کے وقت کے متعلق ۱۸/ درجے سورج کے زیرِ اُفق ہونے کی بنیاد پر جو نقشے رائج ہیں، یہی صحیح اور شرعی وفنی اُصولوں کے موافق ہیں، اور امت کا اس پر تعامل چلا آرہا ہے، اس کے برخلاف بعض اہلِ علم کی تحقیق کو بنیاد بنا کر آج کل جو بعض حضرات ۱۵/ درجے زیرِ اُفق کی بنیاد پر نقشے بنا رہے ہیں، اور شدّ ومدّ سے پھیلا رہے ہیں، ان کا یہ طرزِ عمل بھی اور یہ نقشے بھی صحیح نہیں ہیں، یہ مسلمانوں میں انتشار وافتراق پیدا کرنے والا عمل ہے، اور اس پر عمل کرنے سے روزے اور عشاء کی نمازیں ضائع ہونے کا اندیشہ ہے؛ لہٰذا راولپنڈی، اسلام آباد کے اربابِ فتویٰ اہلِ علم کا یہ نمائندہ اجلاس اس عمل کی تغلیط وتردید کرتا ہے۔

□...... جمعہ ۱۹/ شعبان کو مسجدِ غفران میں بعد عصر نکاح کی تقریب ہوئی، حضرت مدیر صاحب نے نکاح پڑھایا، اور موقعہ کی مناسبت سے نہایت مؤثر وعظ فرمایا؛ جن کا نکاح ہوا، بچہ اور بچی دونوں حضرت مدیر صاحب کے بھتیجہ اور بھتیجی تھے، جناب حکیم فیضان صاحب کے برخوردار حافظ محمد فرحان صاحب کا حضرت کے دوسرے بھائی جناب فرقان صاحب کی دخترِ نیک اختر سے عقدِ نکاح ہوا۔ نکاح کے بعد شام کو حضرت جی کے بھائی صاحبان کی طرف سے اہلِ ادارہ اور اپنے بعض قریبی اعزہ کے کھانے کی ضیافت تھی۔

□...... ہفتہ ۶/ شعبان حضرت مدیر صاحب دامت برکاتہم چکوال، بھلہ گاؤں میں ایک دینی جلسہ میں وعظ کے لیے تشریف لے گئے، جو قاضی ظہور الحسین صاحب دامت برکاتہم خلف الرشید حضرت قاضی مظہر حسین صاحب علیہ الرحمہ کے زیرِ انتظام ان کے ایک دینی ادارے میں منعقد ہوا، دوپہر کو جناب مصطفی صاحب کے یہاں ظہرانے کے بعد واپسی ہوئی، حضرت کے ہمراہ مولوی محمد ناصر صاحب تھے۔

□...... ہفتہ ۶/ شعبان حضرت مفتی محمد یونس صاحب اور مولانا عبد السلام صاحب، اسلام آباد میں مولوی نصیر احمد صاحب کی دعوتِ ولیمہ میں شریک ہوئے۔

□...... ہفتہ ۶/ شعبان شعبۂ کتب کے امتحانات شروع ہوئے۔

Idara Ghufran

□......اتوار۳۰/ رجب شعبہ حفظ کے متعلم محمد بلال خان مانسہروی کے تکمیلِ حفظ کے حوالے سے بعد ظہر دعائیہ تقریب ہوئی، جس میں مولانا محمد الیاس کوہاٹی صاحب اور حضرت مدیر صاحب کے اصلاحی بیانات ہوئے، اس تقریب میں متعلم مذکور کے والدین اور دیگر اعزہ خاص طور پر دُور سے سفر کر کے تشریف لائے اور شریک ہوئے؛ متعلم کے والدین کی طرف سے دوپہر کے کھانے کا بھی اہتمام تھا۔

□......اتوار۳۰/ رجب و ۷/ ۱۴/ شعبان کو بعد عصر ہفتہ وار اصلاحی مجلسِ ملفوظات منعقد ہوتی رہی۔

□......اتوار ۱۴/ شعبان ادارہ کے قرآنی شعبہ جات، حفظ، ناظرہ، قاعدہ بنین وبنات کی تمام جماعتوں کے امتحانات ہوئے، اسی دن بعد مغرب یومِ والدین کا جلسہ ہوا، جس میں امتحانی نتائج بھی سُنائے گئے؛ امتحان کے بعد جمعہ ۱۹/ شعبان تک قرآنی شعبوں میں تعطیلات ہوئیں۔

□......اتوار ۲۱/ شعبان حضرت مولانا محمد الیاس کوہاٹی صاحب کے مدرسہ شریعۃ الاسلام للبنات، الٰہ آباد، راولپنڈی میں مشکوٰۃ شریف (علمِ حدیث کی انتہائی کتاب بنات کے نصاب میں) کی تکمیل اور فاضلات میں تقسیمِ اسناد کی تقریب تھی؛ حضرت مدیر صاحب دامت برکاتہم مدعو تھے، حضرت جی کی مشغولیت کی وجہ سے حضرت کی طرف سے بندہ امجد اس بابرکت تقریب میں شریک ہوا۔ تقریب کے بعد جناب خالدظفر صاحب زیدمجدہ اوران کے برادرِ نسبتی جو مخلص رفیق اور ساتھی ہیں، اور حضرت حکیم اختر صاحب دامت برکاتہم اور حضرت جی نواب صاحب دامت برکاتہم سے توسل رکھتے ہیں، وہیں قریب اپنے دولت خانہ پر لے گئے اور اکرام فرمایا، اللہ تعالیٰ دونوں صاحبوں کو عزت اور برکت دے۔

□......سوموار ۱۵/ شعبان ادارہ میں اساتذہ اور متعدد طلبہ نے نفلی روزہ رکھا۔

□......منگل ۹/ شعبان کو شعبہ کتب کے امتحانات عصر تک مکمل ہوئے، طلبۂ کتب رخصت پر چلے گئے۔

□...... بدھ ۳/ شعبان کو بعد ظہر درجہ انتہائیہ کی تکمیلِ حدیث کی تقریب ہوئی، جمع الفوائد اولین کی آخری حدیث کا حضرت جی مدیر صاحب دامت برکاتہم اور جمع الفوائد اخیرین کی آخری حدیث کا حضرت مولانا محمد الیاس کوہدامت برکاتہم نے درس دیا، جمع الفوائد ادارہ کے نصاب میں پانچویں آخری سال میں شاملِ درس ہے، یہ علمِ حدیث کی ۱۴/ امہاتُ الکتب کا بحذف تکرار واسانید جامع مجموعہ ہے،؛ اس تقریب میں ان منتہی طلبہ کے والدین، اعزہ بھی شریک تھے، اور دوپہر کھانے کی ضیافت کا بھی ان طلبہ نے اہتمام کیا تھا۔

□...... بدھ ۱۷/ شعبان کو مولانا عبدالسلام صاحب کو موٹر سائیکل چلاتے ہوئے حادثہ پیش آیا، ٹانگ پر کافی چوٹیں اور خراشیں آئیں، اللہ تعالیٰ شفا عطا فرمائیں۔

□......جمعرات ۴/ شعبان بندہ امجد ایک یوم کے لیے مانسہرہ گیا، رات کو واپسی ہوئی۔

□......جمعرات ۱۸/ شعبان بندہ امجد ظفروال (ضلع نارووال) کے تین دن کے سفر سے رات کو واپس ہوا۔

اخبارِ عالم　　　ابرار حسین ستی

دنیا میں وجود پذیر ہونے والے اہم و مفید حالات و واقعات، حادثات و تغیرات

28 جولائی 2008ء بمطابق 24 رجب المرجب 1429ھ: پاکستان: اسلام آباد، تبلیغی اجتماع روح پرور دعاؤں کے ساتھ اختتام پذیر سینکڑوں جماعتوں کی تشکیل **29 جولائی**: پاکستان: طالبان کی نقل و حمل کے لئے جو کچھ کر سکتے ہیں کریں گے، گیلانی کا بش سے وعدہ ۔ پاکستان: جنوبی وزیرستان مدرسے پر امریکی، فضائی حملہ 7 شہید 3 زخمی **30 جولائی**: پاکستان: امریکی بے صبرے اور جلد باز ہیں، ہم جنگجوؤں کے ہتھیاروں کا مقابلہ نہیں کر سکتے، وزیر اعظم ۔ پاکستان: سوات جھڑپیں، حملے دو اہلکاروں سمیت 7 جاں بحق، پولیس اور ایف سی کے 32 جوان یرغمال، دوبارہ آپریشن کریں گے، سرحد حکومت **31 جولائی**: پاکستان: سوات میں شدید جھڑپیں 25 طالبان مارے گئے، آئی ایس پی آر، 25 اہلکار جاں بحق ہوئے ترجمان طالبان ۔ پاکستان: نوکری کی فکر ہے نہ ہی بحالی میں دلچسپی، عدلیہ کی آزادی چاہتا ہوں، معزول چیف جسٹس ۔ پاکستان: پٹرولیم مصنوعات کی قیمتوں میں کمی کا اعلان، عوام مستفید نہیں ہو سکیں گے **یکم اگست 2008ء**: افغانستان: ہرات پاکستانی قونصل خانے کے قریب بم دھماکہ 3 زخمی افغان سفیر کی دفتر خارجہ طلبی، ناقص سیکورٹی اور واقعہ پر شدید احتجاج **2/اگست**: پاکستان: سوات جھڑپیں جاری 5 شہری جاں بحق، 5 سکول نذر آتش، مزید 5 پلاٹون فوج علاقے میں بھجوانے کی منظوری ۔ افغانستان: طالبان کے حملوں میں 5 نیٹو فوجی ہلاک، متعدد زخمی ۔ پاکستان: راولپنڈی تعلیمی بورڈ نے میٹرک کے نتائج کا اعلان کر دیا پہلی تینوں پوزیشنیں طلباء نے حاصل کر لیں **3/اگست**: سری لنکا: سارک سربراہ کانفرنس کے موقع پر گیلانی، من موہن ملاقات، مذاکراتی عمل جاری رکھنے پر اتفاق **4/اگست**: سری لنکا، کولمبو، جنوبی ایشیا میں ترقی کے لئے امن کا قیام ناگزیر ہے، سارک سربراہ کانفرنس کا 41 نکاتی مشترکہ اعلامیہ جاری **5/اگست**: پاکستان: بارشوں سے تباہی، 110 جاں بحق، ہزاروں بے گھر، سینکڑوں مکانات منہدم، مواصلات کا نظام درہم برہم ۔ پاکستان: نئے ٹور آپریٹر کی استدعا مسترد سپریم کورٹ کی اجازت کے بغیر حج پالیسی جاری 7 سے 8 اگست تک درخواستیں ۔ پاکستان: بڑے فیصلے مشاورت سے ہونے چاہئیں، اقتدار کا لالچ نہیں، پیپلز پارٹی ن لیگ سے کئے گئے وعدوں سے انحراف کر رہی ہے، نواز شریف ۔ پاکستان: بلوچستان کے حالات کی خرابی میں بھارت کے ملوث ہونے کا ایک ہزار فیصد یقین ہے، صدر مشرف **6/اگست**: پاکستان: پانچ برس سے لاپتہ ڈاکٹر عافیہ صدیقی کو ایف بی آئی کی حراست میں نیو یارک پہنچا دیا گیا، آج عدالت میں پیش کیا جائے گا **7/اگست**: پاکستان: سندھ ہائی کورٹ کے پانچ معزول ججز بحال، صدر نے نوٹیفکیشن پر دستخط کر دیئے، معزول چیف جسٹس صبیح الدین مستعفی ۔ پاکستان: سندھ ہائی کورٹ کے

معزول ججز کی بحالی نے ہلچل مچادی، نواز زرداری اور گیلانی میں بار بار مذاکرات، رات گئے تک ڈیڈلاک برقرار امریکہ: امریکی عدالت نے ڈاکٹر عافیہ صدیقی پر فردِ جرم عائد کردی، درخواستِ ضمانت کی 11 اگست کو ہوگی **8/اگست**: پاکستان: پہلے صدر کا مواخذہ پھر معزول ججز بحال کرنے کا اعلان، حکمران اتحاد کا مشترکہ اعلامیہ جاری **9/اگست**: پاکستان: استعفے واپس، ن لیگ دوبارہ کابینہ میں شامل، 4وزراء نے ذمہ داریاں سنبھال لیں پنجاب میں ڈی سی او کو کسی بھی شخص کی گرفتاری کا حکم جاری کرنے کا اختیار دے دیا گیا پاکستان: پاک فوج کے 26 بریگیڈیئرز کو میجر جنرل کے عہدے پر ترقی دے دی گئی **10/اگست**: پاکستان: صدر نے قومی اسمبلی کا اجلاس کل طلب کر لیا، 58ٹو بی کا استعمال نہیں کروں گا الزامات دیکھ کر مستقبل کا فیصلہ کیا جائے گا پاکستان: باجوڑ لوئی سم پر طالبان کا قبضہ، بونیر میں 8 پولیس اہلکار قتل 10 گاڑیاں ضبط 7 سیکورٹی اہلکار یرغمال بنالئے گئے **11/اگست**: پاکستان: حکمران اتحاد صدر کے خلاف 8 نکاتی چارج شیٹ پر متفق **12/اگست**: پاکستان: پنجاب اسمبلی میں صدر کے مواخذے کے حوالے سے قرارداد بھاری اکثریت سے منظور پاکستان: باجوڑ ایجنسی لڑاکا طیاروں کی بمباری گولہ باری، ایک ہی خاندان کے 13 افراد سمیت 48 جاں بحق **13/اگست**: پاکستان: پشاور ایئر فورس کی بس ریموٹ کنٹرول دھماکے سے تباہ، 7 اہلکاروں سمیت 14 جاں بحق **14/اگست**: پاکستان: جنوبی وزیرستان پر نیٹو کا فضائی حملہ، 20 جاں بحق پاکستان: سندھ اسمبلی میں صدر مشرف کا دفاع کرنے کوئی نہ آیا عدمِ اعتماد کی تحریک منظور پاکستان: لاہور میں خودکش حملہ 8 پولیس اہلکار جاں بحق 20 زخمی **15/اگست**: پاکستان: سالگراں نالہ کورنگ میں 4 بھائیوں سمیت 11 افراد بہہ گئے 6 نعشیں برآمد، دو کو بچا لیا گیا **16/اگست**: پاکستان: استعفیٰ نہ محفوظ راستہ، ایک ایک الزام کا جواب دوں گا، صدر پرویز مشرف **17/اگست**: پاکستان: امریکی طیاروں کی جنوبی وزیرستان پر بمباری پاک فوج کی جوابی کارروائی افغان آرمی کے بیس کیمپ سے بھی گولے فائر کئے گئے پاکستان: پنجاب میں 34 ہزار اساتذہ اور ملازمین بھرتی کرنے کی منظوری، سکول اراضی کو واگزار کرنے کے لئے کریک ڈاؤن کا فیصلہ **18/اگست**: پاکستان: صدر کے خلاف چارج شیٹ آج حکمران اتحاد کو پیش کی جائے گی، دفاع کے لئے قومی اسمبلی میں آنے پر مشرف کو اپوزیشن بنچوں پر نشست دینے کا فیصلہ **19/اگست**: پاکستان: صدر مشرف نے استعفیٰ دے دیا، سومرو قائم مقام صدر مقرر **20/اگست**: پاکستان: ڈی آئی خان ہسپتال میں خودکش، دھماکہ، 30 جاں بحق، 45 زخمی **21/اگست**: پاکستان: جنوبی وزیرستان سرحد پار سے میزائل حملے میں 8 جاں بحق، باجوڑ 8 کرم ایجنسی 21 سوات 2 افراد بارود کا نشانہ بن گئے **22/اگست**: پاکستان: واہ کینٹ، آرڈیننس فیکٹری کے گیٹ پر دو خودکش دھماکے، 100 جاں بحق، 110 سے زائد زخمی

By Mufti Muhammad Rizwan Translated By Abrar Hussain Satti

Is There Any Picture On The Moon?

(Continued previously↓....) (Part V)

There are three things about shape of the Holy Prophet's shoes (S.A.W), which we should keep in our mind.

First of all, we should think that "Is it the real shape of the shoe of The Holy Prophet (S.A.W)? We cannot say this confidently, because there is no strong proof about that. So we should keep silence about such topics, because it is not appropriate, to relate any thing, without any research towards Holy Prophet (S.A.W).

Secondly some people attach extra ordinary beliefs with this picture of the shoe of Holy Prophet (S.A.W) that they published its picture in booklets and flags. It is not a right practice, according to the rules of sharia.

Because it is clear that the shoe which Holy Prophet (S.A.W) has wore him, and the picture that we publish in our booklets flags etc, are not containing the same barkah (the grace of God).

On the other hand it is also not lawful to disgrace this picture. But it is not correct to give him the ability of the real shoe of the Holy Prophet (S.A.W).

(...To be continued↦)